

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دسویں اسمبلی چھٹا اجلاس

مباحثات 2013ء

﴿اجلاس منعقدہ 07 اکتوبر 2013ء بمطابق یکم اذوالحجہ 1434 ہجری بروز سوموار﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
1	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
2	رخصت کی درخواستیں۔	2
3	دعائے مغفرت۔	3
4	مشترکہ تحریک التوا نمبر 7 منجانب جناب عبید اللہ جان بابت۔	4
5	مشترکہ قرارداد نمبر 5 منجانب رحمت علی صالح بلوچ۔	5
6	مشترکہ قرارداد نمبر 6 منجانب نواب محمد خان شاہوانی۔	6
7	مشترکہ قرارداد نمبر 7 منجانب محترمہ یاسمین لہڑی۔	7
8	مشترکہ قرارداد نمبر 8 منجانب میر خالد لانگو۔	8

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 07 اکتوبر 2013ء بمطابق یکم رذوالحجہ 1434 ہجری بروز سوموار بوقت صبح 11 بجکر 35 منٹ پر زیر صدارت جناب اسپیکر میر جان محمد خان جمالی، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر: السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَلَا یَتَسَاءَلُوْنَ ۗ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُهُ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۗ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فِی
جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ۗ تَلْفَحُ وُجُوْهُهُمْ النَّارُ وَهُمْ فِیْهَا كَالْحُوْنِ ۗ

﴿ پارہ نمبر ۱۸ سُورَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ آیَات نمبر ۱۰ تا ۱۴ ﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ پھر جب پھونک ماریں صُور میں تو نہ قرابتیں ہیں
اُن میں اُس دن اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے۔ سو جسکی بھاری ہوئی تول تو وہی لوگ کام لے
نکلے۔ اور جسکی ہلکی نکلی تول سو وہی لوگ ہیں جو ہار بیٹھے اپنی جان دوزخ ہی میں رہا کریں
گے۔ جھلس دے گی اُن کے منہ کو آگ اور وہ اُس میں بد شکل ہو رہے ہونگے۔ صَدَقَ اللّٰهُ
الْعَظِیْمُ۔

جناب اسپیکر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ سوالات نہ ہونے کی بنا وقفہ سوالات معطل کیا جاتا ہے۔
سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی: انجینئر زمرک خان نے نجی مصروفیات کی بنا آج کے اجلاس سے رخصت کی استدعا کی ہے۔
جناب اسپیکر: سوال یہ ہے آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ میں معزز اراکین سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی آپ چھٹی کی انفارمیشن اسمبلی سیکریٹریٹ کو دینا چاہیں تو اپنے لیٹر پیڈ پر بھیج دیا کریں۔ کبھی کبھار ایسی ایمر جنسی ہوتی ہے تو پھر سیکریٹری اسمبلی کو ٹیلیفون کر دیا کریں۔ پھر وہ confirm ہو جاتی ہے۔ جی نصر اللہ صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: Thank you Mr. Speaker. جناب اسپیکر! آج کا دن یقیناً ملک کی تاریخ میں اور بالخصوص ہمارے صوبے کی تاریخ میں جمہوریت کے حوالے سے بہت اہم ہے۔ 1983 میں سندھ کے عوام پر جنرل ضیاء کی فوجی آمریت کے دور میں ظلم، جبر کا بازار گرم تھا تو 7 اکتوبر 1983 کو پشتونخوا ملی عوامی پارٹی اور تحریک بحالی جمہوریت ایم۔ آر۔ ڈی کے زیر اہتمام کونسل میں ایک پُر امن جلوس نکالا گیا جس میں جمہوریت زندہ باد اور آمریت مردہ باد کے نعرے لگ رہے تھے۔ تو اُس پُر امن جلوس پر اُس وقت کے جنرل ڈائر نے جنرل رحیم الدین کے حکم پر گولیاں چلوائی تھیں جس میں پشتونخوا ملی عوامی پارٹی کے 4 کارکن، محمد اسلم اولس یار، کا کا محمود، رمضان اور داؤد شہید ہوئے تھے درجنوں کارکن زخمی اور پارٹی کے درجنوں رہنما اور کارکن گرفتار ہو کر کئی سال تک پابند سلاسل رہے۔ تو آج اُن شہدا کی اُس واقعے کی تیسویں برسی ہے۔ اس سلسلے میں پورے ملک اور یہاں جلسے جلوس ہونگے۔ تو میں آج کے اجلاس میں اُن تمام شہدا کو خراج عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اُس جلوس میں پارٹی کے چیئرمین محترم جناب محمود خان اچکزئی پر قاتلانہ حملہ کیا گیا تھا لیکن پارٹی کے کارکنوں نے ان کی حفاظت کی تھی۔ تو میں آج کے اس اجلاس میں اُن شہدا کو زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہوں اور جنرل ضیاء فوجی آمریت کے دور میں جو مارے گئے شہید ہو گئے تھے۔ میں تمام ممبران سے گزارش کرتا ہوں اور مولانا صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ اُن شہدا کی رُوح کے ایصال ثواب کیلئے فاتحہ کریں۔

جناب اسپیکر: مولانا صاحب آئیں۔ اُس میں ہمارے بلوچستان کے شہدا کیلئے بھی، سارے پاکستان میں جو

movement ہوا ہے، اُن تمام شہدا کیلئے دُعا مانگیں۔ اور بہت سے، وہ کہتے ہیں ”گمنام سپاہی“ اُنکے نام بھی نہیں آئے اور شہید کر دیئے گئے۔ ایم۔ آر۔ ڈی موومنٹ مجھے یاد ہے۔

(دُعاے مغفرت کی گئی)

جناب اسپیکر: میر عبدالکریم آپ میرے چیمبر میں آئے تھے، آپ نے ایک مسئلہ اٹھایا تھا اُس پر ذکر کریں۔ میر عبدالکریم نوشیروانی: thank you جناب اسپیکر صاحب! میں آپکا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ میں اراکین اسمبلی اور اپنے ساتھیوں سے درخواست کروں گا کہ خلیفہ شیخ زید بن سلطان النہیان جنکی چھ مہینے سے صحت ٹھیک نہیں ہے انکی صحت یابی کیلئے دُعا کریں۔ وہ محسن پاکستان ہیں اس ملک پر اُنکے بہت احسانات ہیں۔ 1974ء میں بھٹو گورنمنٹ میں پہلی اسلامی کانفرنس شیخ زید بن سلطان النہیان نے منعقد کرائی تھی۔ اُنہوں نے اربوں روپے کا پروجیکٹ اس ملک میں شروع کیا ہے۔ کوئٹہ میں 200 بستروں کا ہسپتال خاران اور واشک میں 8 ہسپتال سٹسی ایئر پورٹ اور واٹر سپلائیاں دی ہیں۔ ان میں دو تین سولوگ اس وقت برسر روزگار ہیں۔ لوگوں کو حج بھی کروا رہے ہیں آٹا بھی دے رہے ہیں۔ اور ابھی بھی آواران کے زلزلہ زدگان کیلئے امداد دے رہے ہیں۔ تو مولوی صاحب سے گزارش ہے کہ انکی صحت یابی کیلئے دُعا کریں۔ (مداخلت) اُنہوں نے ہمیشہ بُرے وقت میں پاکستان کا ساتھ دیا ہے انکی صحت یابی کیلئے دُعا کروائیں۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: کریم نوشیروانی صاحب! تشریف رکھیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔۔۔ (مداخلت) کریم جان! دو منٹ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: میں ابھی بتاتا ہوں کہ کیا حرج ہے۔

جناب اسپیکر: جی جی! کریم صاحب! آپ بیٹھ جائیں۔ (مداخلت) آپ بات سن لیں آپ تشریف رکھیں ابھی ڈاکٹر حامد کون سن لیتے ہیں۔ دو منٹ بیٹھیں ناں۔ (مداخلت) شور) دو منٹ بیٹھ جائیں ڈاکٹر حامد کو بات کرنے دیں۔ جی ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی معزز رکن نے جو نکتہ اٹھایا ہے، یہ ایوان بلوچ، پشتون اکابرین اور شہدا کی 65 سالہ قربانیوں کے نتیجے میں ہمیں ملا ہے۔ جمہوریت کیلئے ہم نے قربانیاں دی ہیں اور جمہوری طور پر ہر جمہوری ریاست کے ساتھ ہیں۔ ہم بھکاری ہیں نہ ہم کسی سے خیرات مانگتے ہیں۔ بیشک جس کسی نے کسی کو خیرات دی ہو، کسی کو محل تعمیر کروا کے دیا ہو، کسی کو پتا نہیں کیا دیا ہو، اُس نے دیا ہوگا لیکن اسمیں پاکستان کے بلکہ پشتون، بلوچ جب وہاں مزدوری کرتے ہیں، وہ اپنے بچے اپنے ساتھ نہیں لے جاسکتے اُن پر

پابندی ہے کہ تم آؤ ادھر میری خدمت کرو میں تم کو پیسے دوں گا تم اپنے ساتھ اپنے بچوں کو نہیں لاسکتے۔ اسکے مقابلے میں دنیا کے جتنے بھی ممالک ہیں خواہ عیسائی ہیں بدھ مت ہیں ان میں انسانی روش ہے کہ آپ جدھر بھی سروس کرتے ہیں آپکے ساتھ اپنے بچے ہوں۔ سعودی عرب جیسے ملک دوسرے ممالک میں جب آپ اپنا سرمایہ invest کرتے ہیں اپنی روزی کما تے ہیں تو کفیل نہ آپکو پیسہ دیتا ہے نہ آپکے ساتھ شراکت کرتا ہے بلکہ آپکی پچاس پرسنٹ آمدنی وہ آپ سے ہر سال آکر لے جاتا ہے۔ اور یہ کفیل کی مرضی پر ہے کہ آپکو سعودی عرب سے یا دوسرے ملک سے نکلوا بھی سکتا ہے۔ جناب والا! اس غیر انسانی، غیر جمہوری اور غیر قانونی ممالک، خدا انکو بالکل صحت دے، ہم کسی کی بُرائی نہیں کرتے۔ لیکن اگر پاکستان کی کسی بھی اسمبلی نیشنل اسمبلی آف پاکستان، سینٹ، صوبائی اسمبلی آف سندھ میں ہوئی ہے یا دنیا کی کسی بھی اسمبلی ہاؤس آف کامن، کانگریس، لوک سبھا میں ہوئی ہے۔ لیکن ہماری اسمبلی دنیا کی کسی بھی اسمبلی سے کم نہیں ہے۔ قربانی کی نقطہ نگاہ سے ہمارے اکابرین کی قربانیوں کے نتیجے میں ہمیں ملی ہے۔ اسکو اتنی ہم سبکی سے نہیں دینگے کہ دنیا میں کوئی پوچھتا نہیں ہے۔ اُس نے فلاں جگہ فلاں کو محل بنا کر دیا۔ فلاں جگہ فلاں کو فلاحی چیز دی۔ کسی کو کالے بیگ میں پیسے دیئے۔ (مداخلت)۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: جناب اسپیکر!

جناب اسپیکر: جی۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: آپکے سریاب میں 200 بستروں کا ہسپتال، 20 ارب روپے کی لاگت سے سنسی ایئر پورٹ اور رحیم یار خان میں دس ہزار مزدوروں کیلئے کوارٹرز۔ مجیب صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھیں کہ آپکے علاقے میں کتنے ہسپتال بنوا کے دیئے ہیں۔

جناب اسپیکر: ایک منٹ! آپ لوگ بیٹھ جائیں۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: میں مجیب صاحب سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے واشک میں کتنے ہسپتال بنوائے ہیں کتنے واٹر سپلائی دیئے ہیں؟

جناب اسپیکر: تشریف رکھیں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ انہوں نے اچھے نیکی کے کام کئے ہیں اللہ انکو اجر دے گا۔ بیٹھیں میں ذاتی طور پر دُعا کرتا ہوں کہ اللہ انکو صحت یاب کرے۔ بیٹھیں میڈم! let's go forward بیٹھیں۔

میر مجیب الرحمن محمد حسنی: میں مانتا ہوں انہوں نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ لیکن میں راشن کی تقسیم کے

خلاف ہوں۔۔۔ (مداخلت۔ شور)

جناب اسپیکر: سب کے مائیک بند کر دیں۔ please بیٹھ جائیں سب تشریف رکھیں۔ ابھی نہیں دوں گا پوائنٹ آف آرڈر۔ every body please be seated بیٹھ جائیں جی۔ بابت صاحب! مہربانی کریں بیٹھ جائیں please۔ ابھی ادھر اس بحث میں نہ پڑیں۔ میرے خیال میں ہم off reck ہو گئے۔ بیٹھیں جی تشریف رکھیں آگے بڑھتے ہیں۔ بابت صاحب! بیٹھیں تشریف رکھیں یہ آپ مٹھا ہوٹل کی بحث نہیں کریں please بابت صاحب! میرا کریم بیٹھ جائیں۔ Thank you very much. جی آئیں Let us go to the next item. مشترکہ قرارداد نمبر 5، منجانب نواب محمد خان شاہوانی، صوبائی وزیر رحمت علی بلوچ، میر خالد لاگوا اور پنڈری بلوچ۔

جناب عبید اللہ جان بابت: جناب اسپیکر! میری تحریک التوا ہے۔

جناب اسپیکر: ہاں آپ کی تحریک التوا آئی ہوئی ہے، تحریک التوا نمبر 7۔ سردار مصطفیٰ خان ترین، عبید اللہ جان بابت، آغا سید لیاقت علی اور نصر اللہ زیرے۔ کوئی ایک رکن اپنی مشترکہ تحریک التوا نمبر 7 پیش کرے۔

مشترکہ تحریک التوا نمبر 7

جناب عبید اللہ جان بابت: ہم اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتے ہیں۔ تحریک یہ ہے کہ ”زرعی ترقیاتی بینک آف پاکستان کی جانب سے صوبہ کے مختلف اضلاع میں زمینداروں کے خلاف انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے گرفتاریوں جیسے ناروا عمل بھی شامل ہے۔ جسکی وجہ سے صوبے کے زمینداروں میں سخت بے چینی پائی جاتی ہے۔ حالانکہ گزشتہ دور حکومت میں وفاقی حکومت کی جانب سے بلوچستان کے زمینداروں کے ذمہ واجب الادا تمام زرعی قرضے معاف کرنے کا اعلان کیا گیا تھا۔ اور اسکے علاوہ ڈوب اور قلات کے زمینداروں کے ذمہ واجب الادا زرعی قرضے معاف کرنے کا باقاعدہ نوٹیفکیشن بھی جاری کیا گیا تھا“۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم عوامی نوعیت کے مسئلہ پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی! آپ نے درست فرمایا۔ اگر اسمیں آپ نصیر آباد، جعفر آباد اور جھل مگسی کے سیلاب زدگان کے حوالے سے بھی شامل کر لیں تو بہتر ہے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: آپ ڈپٹی چیئرمین سینٹ تھے شاید آپ کو معلوم ہے کہ وہاں کے زمینداروں کے

تمام قرضے معاف ہوئے تھے؟

جناب اسپیکر: نہیں ہوئے ہیں، یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں اسمیں پورے صوبے کا کر لیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: جو نہیں ہوئے وہ بھی اسی میں شامل کر دیں۔ جناب! یہ پورے صوبے کیلئے ہیں سوائے ژوب اور قلات کے، وہاں کے معاف ہوئے ہیں۔ جناب اسپیکر صاحب! زرعی بینک سے قرضے جو لوگوں نے لئے تھے، تین لاکھ تک جتنے بھی قرضے تھے، وہ حکومت معاف کر دے۔ تو اسمیں ہوا یہ جب جنرل مشرف صاحب ژوب آئے تھے تو انہوں نے کہا کہ یہ تمام قرضے معاف ہیں۔ غالباً وہاں جعفر خان صاحب بھی تھے سبکزی ڈیم کے، اُس دن وہاں ژوب اور قلات کے باقاعدہ طور پر معاف ہو گئے تھے۔ ابھی تو حالت یہ ہے میں تو اور ضلعوں کا بھی۔ صوبے کے تمام اضلاع میں بہت مشکلات ہیں بالخصوص ہمارے اضلاع کے لوگوں کو یہاں بینکنگ کورٹ میں بلا کر انکو سزائیں دے رہے ہیں اور انکی جائیدادوں کو ضبط کیا جا رہا ہے۔ آپکو خود معلوم ہے کہ صوبے میں دس سال قحط سالی تھی لوگ در بدر تھے انکے مال مویشی اور لاکھوں، کروڑوں کی فصلات اور باغات تمام برباد ہو گئے۔ لوگ کوئی تک آنے کا خرچہ afford نہیں کر سکتے تاکہ وہ یہاں آ کر اپنے لئے وکیل رکھیں۔ وکیلوں کا تو آپکو معلوم ہے وہ پانچ، دس لاکھ سے کم پر بات نہیں کرتے اور قرضے تین، ساڑھے تین لاکھ ہے۔ ابھی انہوں نے یہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو یہاں بلا کر سزائیں دیتے ہیں۔ خُدارا! ہم کہتے ہیں کہ یہ فوری نوعیت کا مسئلہ ہے۔ پورے صوبے کے لوگ اس وقت در بدر ہیں۔ جو بڑے بڑے لوگ ہیں جو شوگر ملز، ٹیکسٹائلز اور فلور ملین ہیں ان کے تمام قرضے معاف ہو جاتے ہیں۔ وہاں کروڑوں اربوں کھربوں کا ایک ایک اسکینڈل آ رہا ہے۔ مگر ہمارے تمام قرضے جو چھ ارب کے قریب ہیں۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ فوری طور پر وفاقی حکومت اور زرعی بینک کو کہ ہمارے یہ قرضے معاف کرے۔ ہم میں اتنی سکت نہیں ہے کہ ہم یہ قرضے ادا کریں۔ لہذا ہم تمام اراکین اسمبلی مشترکہ طور پر حکومت پاکستان اور زرعی بینک سے کہہ دیں کہ ہمارے قرضے معاف کر دیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! جن زمینداروں کے خلاف جو action لیا جا رہا ہے اُسکو بند کر کے انکے تمام قرضے معاف کیے جائیں۔

جناب اسپیکر: اس میں آپکو لانا پڑیگا۔ پہلے تو اسکو منظور کر کے پھر رائے دینے لگا ہوں۔ جو اراکین اس تحریک التوا کو منظور کرنے کے حق میں ہیں وہ ہاتھ اٹھائیں۔ ماشاء اللہ 95% of the House ہے اس وقت بلکہ 100% اسکے حق میں ہیں۔ تحریک منظور ہوئی۔ تحریک کو اسمبلی قاعدہ نمبر (2) 75 کے تحت مطلوبہ

اراکین کی حمایت حاصل ہوئی ہے۔ لہذا یہ تحریک التوا مورخہ 9 اکتوبر 2013ء کے اجلاس میں دو گھنٹے بحث کیلئے باضابطہ قرار دی جاتی ہے۔ بابت صاحب! اس میں آپ زرعی بینک کے علاوہ تمام بینک جنہوں نے زرعی قرضے دیے ہیں۔ جی ہاں یہ سارا، یہ بھی اسی دن آپ amendment لائیں جب بحث کریں گے۔ اور یہ کہ گرفتاریاں بھی بند کی جائیں۔ کیونکہ ہمارے عوام پہلے سے مفلسی کی حالت میں ہیں مزید مشکلات میں پڑیں گے۔ Thank you very much.

Rehmat Baloch you are on point of self explanation, please .

ایک تو آج آپ پتلون شتلون پہن کر آئے ہیں میں گھبرا گیا میں نے سوچا کہ یہ کون آیا ہے۔

Mr . Rehmat Ali Baloch: Thank you Mr. Speaker .

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! زمینداروں کے پیچھے وارنٹ گرفتاریاں ہیں اُنکو ذلیل کیا جا رہا ہے۔ اُسکے لئے بھی۔۔۔

جناب اسپیکر: 9 تاریخ کو اس میں amendment لے آئیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! 9 تاریخ تو دُور ہے۔ جن زمینداروں کی وارنٹ گرفتاریاں ہیں اُن پر عملدرآمد نہ ہو۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: آپ کورٹ سے stay لے لیں۔

جناب اسپیکر: وہ اپنی جگہ، اسکے لئے ہمیں انتظامیہ D.C's سے کہنا پڑیگا۔ دیکھیں نواب شاہوانی صاحب! آپ انتظامیہ کو ہدایت دیں کہ جب تک یہ تحریک التوا اسمبلی میں زیر بحث ہے وہ کسی کو arrest نہ کرے۔ arrest کرنے والے تو پولیس والے ہیں وہ نہ کریں۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اسپیکر! یہ رولنگ کے خلاف ہے۔ جب آپ نے رولنگ دے دی اسکے بعد کیا بات ہو سکتی ہے؟

جناب اسپیکر: thank you جی۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! یہ ایک عوامی مسئلہ ہے۔ کریم نوشیروانی اسمیں بار بار مداخلت کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں یار! مصطفیٰ خان! please بیٹھ جائیں یہاں متوجہ ہوں۔ اسمبلی کے اصول ہوتے ہیں تھوڑا ٹھنڈا مزاج رکھیں سب ٹھیک ہو جائینگے بیٹھیں تشریف رکھیں۔ رحمت بلوچ صاحب please take

the floor. رحمت بلوچ صاحب self explanation پر ہیں اُنکو فلور دیا ہوا ہے۔ رحمت بلوچ! دو گھنٹے پرسوں تحریک التوا پر بحث ہوگی۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب اسپیکر! زمیندار لوگ بڑی مشکل میں ہیں۔ اُن کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے ہیں۔

جناب اسپیکر: آپ نے سنا نہیں میں نے نواب شاہوانی صاحب سے کہا اُنکو طریقہ بتایا ہے کہ D.C's اور D.P.O's, co-operate نہیں کریں جب تک اس پر 9 تاریخ کو فیصلہ نہ ہو۔ جی رحمت بلوچ You are on personal explanation.

جناب رحمت علی بلوچ: Thank you Mr. Speaker جناب! میں اپنے personal explanation سے پہلے، ہمارے ایک معزز دوست سابق وفاقی وزیر جاوید جبار صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں، ہم پوری اسمبلی کی جانب سے انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب اسپیکر: ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ چلیں جی بات کریں۔

جناب رحمت علی بلوچ: میں انہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب اسپیکر! میں personal explanation اسمبلی کے قاعدہ نمبر 177 کے تحت ذاتی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے کچھ دن پہلے ایک نجی چینل کے خلاف جو باتیں کی تھیں اُس میں میرے کچھ تحفظات تھے۔ اور جو گفتگو اور جو معاملہ میں نے اٹھایا تھا۔ میں بحیثیت نیشنل پارٹی کے ایک رکن، جو کہ میرے معاملات، شاید مستقبل میں بھی برقرار رہیں یا تحفظات۔ لیکن ایک سیاسی جمہوری پارٹی ایک disciplined پارٹی کے ایک disciplined رکن کی حیثیت سے، پارٹی کے کہنے پر میں ”وش ٹی وی“ اُسکی ٹیم اُسکے CEO کی جودل آزاری ہوئی ہے۔ اس پر میں معذرت خواہ ہوں اور میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے وہ تمام الفاظ کو آپ کارروائی سے حذف کر دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی بھی ناجائز طور پر میڈیا پر تنقید نہیں کی ہے۔ بلکہ اس روایت کو ہمارے چیف منسٹر نے برقرار رکھتے ہوئے اسمبلی فلور پر میڈیا سے معذرت کی تھی۔ تو اُسی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے میں آپ سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ تنقید برائے تعمیر ہمیں قبول ہے، تنقید برائے تنقید قبول نہیں۔ ”وش ٹی وی“ جو ایک قومی زبان کا واحد چینل ہے، جو بہت اچھے انداز میں پیش کر رہا ہے۔ میں اُن تحفظات کے ساتھ آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے اُن تمام الفاظ کو کارروائی سے حذف کر دیں۔ thank you

جناب اسپیکر: رحمت بلوچ کی self explanation کے بعد اُنکی اپنی request پر سارے الفاظ

کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔ اب قرارداد پر آجائیں۔ نواب محمد خان شاہوانی، صوبائی وزیر، رحمت علی بلوچ، میر خالد لاگو اور ہینڈری بلوچ اراکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک رکن اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 5 پیش کرے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 5

جناب رحمت علی بلوچ: یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ، لوکل کے حصول کیلئے لازمی قرار دیا جائے تاکہ صوبے سے باہر کے لوگ جو کہ ناجائز طور پر بلوچستان کا لوکل، ڈومیسائل بنا کر صوبہ کے لوگوں کی حق تلفی کر رہے ہیں، کو جعلی اور جھوٹی ڈومیسائل بنانے سے فوری طور پر روکا جائے۔ اور اس غیر قانونی عمل کی مؤثر طور پر روک تھام کو یقینی بنایا جاسکے“۔

جناب اسپیکر: مشترکہ قرارداد نمبر 5 پیش ہوئی۔ ان میں سے، میں ابھی تقاریر کرواتا ہوں لیکن تھوڑی معلومات آپ کو دیتا جاؤں۔ 2006ء میں ڈپٹی چیئرمین سینٹ کی حیثیت سے ہمارے منجگور کے بچے نوکریوں کیلئے درخواستیں، کاغذات جمع کرانے کیلئے وہاں آئے تھے اور کاغذات میں اُنکے لوکل لگے ہوئے تھے۔ تو اسلام آباد کے بیورو کریٹ کو یہ پتا نہیں تھا کہ لوکل اور ڈومیسائل میں فرق کیا ہے۔ تو انہوں نے بچوں سے کہا کہ آپ جا کے ڈومیسائل لے آئیں۔ تو انہوں نے کہا جی ہمارا تو لوکل سرٹیفکیٹ ہوتا ہے son of the soil کا ڈومیسائل نہیں ہوتا۔ اسلام آباد والوں کو اتنا بھی پتا نہیں ہے۔ تو ہمارے ڈومیسائل پر ایسے ایسے لوگ وہاں services میں ہیں جنہوں نے آج تک بلوچستان دیکھا بھی نہیں ہے۔ اور ابھی سی ایس پی۔ پی ایس پی میں وہ آفیسرز واپس آ رہے ہیں جن کے باپ دادا نے یہاں سے ڈومیسائل بنوائے تھے لیکن بچے باہر پڑھتے رہے۔ ابھی جب سپریم کورٹ نے آرڈر دیا کہ اپنے صوبوں میں جا کے سروس کریں۔ تو ابھی پتا لگ رہا ہے کہ یہ لوگ ہمارے ڈومیسائل سی ایس ایس avail کر گئے ہیں اور سب P.S.P's بن گئے ہیں۔ یہ پوزیشن آپ کو بتاتا چلوں۔ محرمین میں سے ایک بات کرے جی۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: thank you جناب اسپیکر! جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے میرے خیال میں ایک اہم نوعیت کی قرارداد ہے جو کہ کئی بار، آپ اسمبلی کا ریکارڈ اٹھا کر دیکھیں یا گزشتہ 65 سالوں سے جو محرمیاں ہیں، جو احساس کمتری یا غیر یقینی کیفیت آج بلوچستان میں پائی جاتی ہے، سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ وفاقی ملازمتیں ہوں یا دوسرے صوبوں میں جو ٹیکنیکل کالجز ہوں، یونیورسٹیاں ہوں، وہاں بلوچستان کے کوٹھ پر جو سیٹیں ملتی ہیں۔ میرے خیال آپ تمام وفاقی اداروں کو دیکھیں، ان میں بلوچستان کا جو کوٹھ ہے آئینی حوالے

سے نہ ہونے کے برابر ہے۔ جناب اسپیکر! ہم نے یہ دیکھا ہے کہ بلوچستان کے کوٹے پر ایسے لوگ ہیں جنہوں نے آج تک بلوچستان دیکھا ہی نہیں ہے۔ جن کو ڈومیسائل اور لوکل سرٹیفکیٹس issue ہوئے ہیں انکو یہ پتا نہیں ہے کہ پشین کہاں ہے کچھ کہاں ہے آواران کہاں ہے؟ تو میں نے اس لئے اس قرارداد کو move کیا ہے۔ بلوچستان میں لوکل اور ڈومیسائل پر ایک مافیانے باقاعدہ طور پر اس کو ایک کاروبار کا درجہ دیکر اسکو جاری رکھا ہوا ہے جو کہ سرعام تھرو اور فٹ پاتھوں پر جکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! یہ ایک اہم قرارداد ہے میں تمام ایوان سے یہ گزارش کرتا ہوں اور یہ توقع رکھتا ہوں کہ وہ بلوچستان کے عوام کے احساس محرمیوں اور غیر یقینی صورتحال کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ اور پنجاب آئی ٹی یونیورسٹی میں بلوچستان کے کوٹے پر دو سو سیٹیں آئی تھیں میں نے معلومات کیں ان دو سو سیٹوں کے لئے چھ سو لوگوں نے کاغذات جمع کیے تھے۔ میں اس فلور پر گاڑی سے کہتا ہوں کہ ان میں سے زیادہ سے زیادہ بلوچستان سے پچاس لوگوں کو پتا چلا ہے کہ ہماری دو سو سیٹیں آئی ہیں۔ باقی ڈیڑھ سو سیٹیں جعلی اور جعلی لوکل سرٹیفکیٹس پر پُر ہوگی۔ یہی حال جناب! آر می، نیوی، پی ٹی سی ایل اور پی آئی اے میں بھی ہے۔ جو کہ بلوچستان کے کوٹے بلوچستان کے نام پر تمام ملازمتیں لیکر، یہاں کے لوگ یہاں کے نوجوان مایوس ہیں۔ آج انہی نوجوانوں کو جو غیر یقینی صورتحال کا شکار ہیں، آپ جتنا بھی یقین دلائیں وہ آپکی بات پر یقین نہیں کرتے۔ لہذا ان تمام غیر یقینی کیفیت کو مد نظر رکھتے ہوئے، میں ایوان سے اپیل کرتا ہوں کہ میری اس قرارداد کی حمایت کی جائے۔ کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ اس کے لئے لازمی قرار دیا جائے تو اسکی روک تھام میرے خیال میں ایک اچھے انداز میں ہم کر سکتے ہیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: شکر یہ جی۔ بابت صاحب! آپ بات نہیں کر سکتے آپ mover نہیں ہیں۔ جو movers ہیں انہی میں سے کسی نے بات کرنی ہے۔ میرا خالد لاگویا ہینڈری بلوچ نے بات کرنی ہے۔

Mr . Obedullah Jan Babat: Permanent Residential Certificate.

جناب اسپیکر: جی آپ نے یہ صحیح رائے دی ہے۔ please نئی ترمیم کے ساتھ اسکو incorporate کر لیں۔ جی پرنس احمد علی صاحب۔

پرنس احمد علی: جناب اسپیکر! اسکا کمپیوٹرائزڈ سسٹم ڈیٹا بیس ہو۔ میں سمجھتا ہوں بہتر ہے کہ کمپیوٹرائزڈ سسٹم کے ساتھ ساتھ ہم اسکی proper networking بھی کر لیں۔ صرف کمپیوٹرائزڈ ڈیٹا اہمیت کا حامل نہیں ہوتا جب تک ایک دوسرے کے servers میں proper networking نہ ہو۔ تاکہ proper ایک چینل اسکا ہو اور اس پر باقاعدہ operating system کا تعین کیا جائے۔ تاکہ ایک بہتر organized

way میں آپ یہ سارا سلسلہ بنا لیں۔ کمپیوٹرائزڈ سرٹیفکیٹ بنانا کوئی بڑی بات نہیں، وہ ہو جائیگا۔ لیکن اس کے لئے ہم ایک ایسا software develop کریں جو hacking proof ہو اسکے بعد اسکی

proper registration اور networking ضروری ہے۔ thank you.

جناب اسپیکر: پرنس! آپ بیٹھ جائیں ناں رحمت بلوچ صاحب کے ساتھ۔ وزیر اعلیٰ صاحب میری خواہش ہے کہ اسکو amend کر کے لے آئیں۔ جس طرح یہ update کر کے۔ اسکو اگر update کرتے ہیں آپ amended تو پھر تھوڑی دیر بعد میں۔ میڈم شاہدہ رؤف صاحبہ! آپ بھی House کو confidence میں لیں آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟

محترمہ شاہدہ رؤف: میں یہ کہنا چاہوں گی کہ جو قرار رحمت بلوچ لائے ہیں یقیناً اسمیں کسی کو بھی اختلاف نہیں ہوگا۔ لیکن میری جو reservation ہے۔ وہ یہ کہ جو کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ بنانے کا مرحلہ ہے، وہ اتنا complicated ہے۔ آپ ایک طرف اپنی population کو دیکھ لیں کہ وہ illiterate ہے اور دوسری طرف آپ اپنا سسٹم دیکھ لیں۔ تو یہاں میں صرف یہ کہنا چاہوں گی جیسے آپ نے عرض کی کہ یہاں تھڑوں پر لوکل ڈومیسائل پکتے ہیں۔ تو مجھے اس سے کسی بھی قسم کی کوئی دورا ہے نہیں ہے۔ ہورہا ہوگا لیکن یہ اس سسٹم کی بھی خرابی ہے۔ ایک طرف آپ اپنے سسٹم کو بھی ٹھیک کر لیں۔ دوسری طرف یہ کہ ہم نے اپنے لوگوں کو facilitate کرنا ہے۔ تو میری یہ گزارش ہوگی کہ کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ آپ کر تو رہے ہیں۔ تو لوگوں کو انکے گھروں تک سہولت فراہم کی جائے تاکہ انکو ایک ایک بچے کیلئے ذلیل و خوار نہ ہونا پڑے۔ جن کو اس بارے میں کچھ بتا نہیں ہے تو وہ اس سسٹم کو کیسے avail کریں گے۔

جناب اسپیکر: میری خواہش ہے کہ رحمت بلوچ صاحب اسکو تھوڑا amend کر لیں۔ آپ اسکو improve کر لیں۔ نہیں وہ سسٹم اپنی جگہ ہے۔ خالد لاگو صاحب! یہ جو input آ رہا ہے، آپکی جو تحریک ہے میں وہ طریقہ آپکو بتا رہا ہوں ناں۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ تجاویز اکٹھی کر کے اسکو دوسری شکل میں پیش کر دیں۔ تو وہ ہم 9 تاریخ کو بھی پیش کر سکتے ہیں۔

میر خالد لاگو: جناب اسپیکر! لوگوں کو بات کرنے دیں۔ جو amendments لانی ہیں وہ بعد میں لائیں گے۔

جناب اسپیکر: ابھی شروع سے ہی اگر ایک دفعہ آپکی تحریک پاس ہوگی پھر amendment نہیں آسکے گی۔ تو میں چاہتا ہوں کہ تحریک پاس ہونے سے پہلے آپ amendment لائیں۔ ایک اور sitting

آپس میں کر لیں۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر صاحب! میں کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ کے حوالے سے کچھ کہنا چاہوں گی۔ مختلف این جی اوز UNICEF اور USAID پچھلے دس بارہ سالوں سے بلوچستان کے مختلف اضلاع میں کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹس پر کام کر رہی ہیں اگر ان کو بھی اس میں شامل کر کے ان سے بھی data لیا جائے تو اسمیں ہمارے لئے بڑی آسانی ہوگی۔

جناب اسپیکر: ایک منٹ۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بات کر لیں۔ کیونکہ اور movers ہیں میں چاہتا ہوں ابھی پھر دہراتا ہوں کہ please اسکو اور بہتر form میں لے آئیں کیونکہ سارا House اس پر متفق ہے۔ لیکن updated ہو۔ اسمیں جو سقم رہ گیا ہے وہ cover ہو جائے۔ اگر آپ یہ چاہتے ہیں House کی اجازت ہو تو 9 تاریخ کو لے آتے ہیں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: اراکین کی جو ترامیم ہیں یا اسکو amend کرنا چاہتے ہیں وہ شامل کر کے 9 تاریخ کو پیش کریں۔

جناب اسپیکر: 9 تاریخ کو پیش کریں اور جو movers ہیں وہ اپنی تقاریر اسی دن کرینگے۔ لیکن آپ یہ ترامیم لے آئیں please۔ 9 تاریخ کو اسکو دوبارہ پیش کیا جائیگا اور جو amendments ہیں اجلاس کے فوراً بعد آپس میں ایک مینٹنگ کر لیں۔ جی ڈاکٹر صاحب! اگر آپ نے ترمیم، رائے دینی ہے اسی میں دے دیں، 9 تاریخ کو دوبارہ پیش کرینگے۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! جو قرارداد دلائے ہیں۔ میں نیشنل اسمبلی کا ممبر ہوتے ہوئے، ریلوے اور ہیلتھ کمیٹی کا بھی ممبر تھا۔ تو میں نے اپنے سامنے بیٹھے ہوئے ریلوے اور ہیلتھ کے فیڈرل ایمپلائز سے کہا کہ جی ہمارے صوبے سے کوئی ہے تو ایک ادھر سے ایک ادھر سے دو بندے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے نہ یہ صوبہ دیکھا تھا نہ اس کے حدود اور راجہ کا انکو پتا تھا تو یہ بالکل ہو رہا ہے۔ پرسوں کی بات ہے اسلام آباد میں قہار خان کے پاس ایک بندہ آیا تھا انہوں نے پوچھا کہ بھائی تم کون ہو کہاں کارہنے والے ہو؟ تو اس نے کہا کہ جی! میں تو بلوچستان کا لوکل اور لورالائی کارہنے والا ہوں۔ تو قہار خان نے کہا کہ ریلوے لائن کے ساتھ جو دو بلڈنگیں ہیں انکے ساتھ۔ تو اس نے کہا ہاں اسٹیشن کی اُس طرف۔ لورالائی میں ریلوے ہے نہ اسٹیشن۔ یہ پھر جا کے وفاقی وزیر سے کہا جو ہمارے سابق صدر صاحب کی بہو ہیں، تو یہ حال ہے۔ لیکن ہم اپنے صوبے کو دیکھتے ہوئے کیا ہمارے گاؤں میں ہمارے دور دراز پہاڑی علاقوں میں اس چیز کا امکان ہے۔ ہم کتنی apply کر سکیں گے۔ ہم کوشش

یہ کریں کہ وہ طریقہ کار apply کریں جو ہم کر سکیں۔ کسی 17 گریڈ کے افسر کیلئے لوگ برشور سے پشین آتے ہیں تو بہا چکڑی سے گلستان آتے ہیں کوئی ملتا نہیں ہے تو یہ مشکل ہوگا۔ لیکن اسکو کس طرح آسان کریں؟ اسکول بیٹھ کے جو بھی طریقہ ہو۔ والد کے شناختی کارڈ سے کرتے ہیں یا ایم پی اے، ایم این اے کے دستخط سے کرتے ہیں۔ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈ کو کس طرح آسان بناتے ہیں۔ ابھی تو نوئے فیصد orientation کہ برتھ سرٹیفکیٹ ہے کیا شہروں میں ضرور آسان ہوگا۔ جناب! خدارا! ہمیں این جی اوز کے حوالے نہ کریں۔ این جی اوز نہ دو دراز علاقوں میں جاتی ہیں نہ انکو پتا ہے۔ ”ملا کی دور مسجد تک“ انکی پہنچ شہروں تک۔

جناب اسپیکر: thank you ڈاکٹر صاحب۔ اسی لئے کہا کہ amended form میں لے آئیں۔ جس میں ذرا مفصل ہو۔ کیونکہ جلد بازی میں کریٹنگ تو اسمیں بہت سے سقم رہ جائینگے۔ جی رضا بڑیچ صاحب۔

سر دار رضا محمد بڑیچ: جناب اسپیکر! Thank you very much! میں اسی میں ایک پوائنٹ کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں کونٹہ شہر کے ایسے ہمارے لوکل ہیں جو اٹھارہ سال کے ہو چکے ہیں لیکن ان کے پاس برتھ سرٹیفکیٹس نہیں ہیں۔ جب وہ اپنا کمپیوٹرائزڈ برتھ سرٹیفکیٹ کے لئے جاتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ آپ چیف منسٹر صاحب سے سرٹیفکیٹ لائیں کہ آپ یہاں کے باشندے ہیں یہاں پیدا ہوئے ہیں۔ تو ایک ایسی مشکل ہے کہ اس کو بھی رحمت صاحب کی قرارداد میں شامل کر لیں۔ اور بیٹھ کے ایک فیصلہ کریں تاکہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

جناب اسپیکر: جی بالکل۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر صاحب! میں ڈاکٹر حامد صاحب کی بات کو explain کرنا چاہوں گی کہ میں نے یہ ذکر کیا تھا کہ پچھلے بارہ سالوں سے یہاں مختلف این جی اوز برتھ سرٹیفکیٹس پر کام کر رہی ہیں۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ اُن سے کام کرائیں اور اسے correct کیا جائے۔

جناب اسپیکر: thank you۔ ڈاکٹر شمع صاحبہ کی بھی تجویز ہے۔ رحمت بلوچ صاحب! آپ سے ایک گزارش ہے کہ آپ فوراً، جن دوستوں نے رائے دی ہے انکی ایک متفقہ، ایک مشترکہ میٹنگ بلا لیں۔ اور اسکو amend کر کے 9 تاریخ کیلئے دے دیں۔ improved ہو۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جناب اسپیکر! اسمبلی کے بعد فوراً اکٹھے ہو جائیں۔

جناب اسپیکر: ہاں! وہ اکٹھے ہو جائیں۔ ٹائم دینگے کیونکہ یہ آپکے مستقبل کے معاملات سے تعلق رکھتی ہے۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جونہی اسمبلی ختم ہوگی یہاں چیمر میں بیٹھ کر اس پر بات کریں گے۔

جناب اسپیکر: جی ڈاکٹر شمع صاحبہ۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! کیونکہ یہ ایک نہایت اہمیت کا حامل مسئلہ ہے اور اس کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے میری بھی یہ گزارش ہے کہ جعلی لوکل سرٹیفکیٹس کے اجرا کو ختم کرنے کیلئے بی فارم کو لازمی قرار دیا جائے۔ اگر کوئی ڈومیسائل کیلئے درخواست دیتا بھی ہے تو سرٹیفکیٹ کے اجرا کو بی فارم کی فراہمی سے مشروط کیا جائے۔

جناب اسپیکر: شکر یہ۔ نصر اللہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر صاحب! یہ مسئلہ تو میرے خیال سے طے ہو گیا کہ اجلاس کے بعد ممبران مل کر اس قرارداد کو improve کر کے دوبارہ لائینگے۔

جناب اسپیکر: جی جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب! دوسرا پوائنٹ۔

جناب اسپیکر: نہیں اس پر نہ آئیں، آگے بڑھتے ہیں systematically اگلی قرارداد۔۔۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: میرا ایک ضروری point ہے سی ایم صاحب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر: سی ایم ادھر ہیں کہاں جا رہے ہیں؟ وہ موجود رہتے ہیں اسلام آباد کم جاتے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: نہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں just a minute ایسا تھا کہ ایک ہفتہ پہلے زرعی کالج کے اسٹوڈنٹس نے غیر قانونی اقدامات کے خلاف مظاہرہ کیا تھا۔

جناب اسپیکر: اسکو پوائنٹ آف آرڈر پر۔ please بیٹھ جائیں۔ آپ خود قوانین کیلئے کہتے ہیں تو مجھے بھی قانون پر چلنے دیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: انہوں نے اساتذہ کو اپنے offices میں بند کیا تھا۔ آج صبح پھر یہ واقعہ ہوا ہے میں سی ایم صاحب سے request کرونگا کہ وہ انتظامیہ کو بتادیں کہ وہ وہاں ٹیچرز کو تحفظ دیدے۔ اور فوری طور پر وہاں مستقل پولیس تعینات کرے تاکہ وہاں اساتذہ کی بے عزتی نہ ہو۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔ thank you، ابھی ہم قرارداد نمبر 6 کی طرف جاتے ہیں movers ہیں۔

نواب محمد خان شاہوانی صوبائی وزیر، رحمت علی بلوچ صاحب، میر خالد لانگو، میر مجیب الرحمن محمد حسنی اور پیٹری بلوچ، ان میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 6 پیش کرے۔

مشترکہ قرارداد نمبر 6

نواب محمد خان شاہوانی (صوبائی وزیر): شکر یہ جناب اسپیکر صاحب۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”ساحل بلوچستان جو کہ کم و بیش ایک ہزار کلومیٹر سے زائد کی مسافت پر محیط ہے۔ اور بحیرہ عرب کے نام سے منسوب ہے۔ تاریخی حوالے سے قبل از مسیح یہ بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب تھا۔ لہذا اس تاریخی پس منظر کو مد نظر رکھتے ہوئے اس وسیع و عریض ساحلی پٹی کو فوری طور پر اصل نام بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب کیا جائے۔“ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: قرارداد نمبر 6 پیش ہوئی۔ محرکین میں سے کوئی ایک اسکے بارے میں کچھ کہنا چاہے گا۔ جناب رحمت علی صالح بلوچ: thank you جناب اسپیکر۔ جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے تاریخی حوالے سے قبل از مسیح یہ بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب تھا۔ یہ کراچی، کیمڑی سے لیکر آبنائے ہر مز تک ہزار کلومیٹر سے زیادہ ساحلی پٹی ہے۔ اس پر جناب اسپیکر! بلوچی تاریخی شعر و شاعری ہے، اس ساحل کو بچانے کیلئے حمل اور جینڈ نے جو جنگیں لڑی ہیں وہ ابھی بھی تاریخ میں موجود ہے۔ حمل نے پرتگالی سے اسی ساحل کو بچانے کیلئے جنگ لڑی اور انکو بھگا کر نکال دیا۔ اور ایک طرف آپ دیکھیں کہ بندرعباس جو ایرانی سیستان بلوچستان ہے وہاں جو ساحلی پٹی ہے وہ بلوچ آبادی ہے۔ اور عمان میں جو ساحلی پٹی ہے وہ ٹوٹلی بلوچ آبادی پر مشتمل ہے۔ لہذا میری یہ پرزور اپیل ہے بلکہ گزشتہ اسمبلیوں میں بھی اس point کو raise کیا گیا تھا لیکن آج اس ایوان میں گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو support دی جائے اور بجائے کہ بحیرہ عرب کے نام سے ہو، اسکو بحیرہ بلوچ کے نام سے منسوب کر کے پکارا جائے، thank you

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ مشترکہ قرارداد نمبر 6 کو منظور کیا جائے؟ قرارداد منظور ہوئی۔ ابھی آپ مشترکہ قرارداد نمبر 7 پیش کریں۔ اس کے محرکین میں، نواب محمد خان شاہوانی صاحب، صوبائی وزیر، رحمت علی بلوچ، نصر اللہ زیرے، ڈاکٹر حامد خان اچکزئی، بینڈری بلوچ، راحیلہ درانی اور یاسمین لہڑی صاحبہ۔ آپ میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 7 پیش کرے، جی۔

مشترکہ قرارداد نمبر 7

محترمہ یاسمین لہڑی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ ایوان صوبائی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ ”تمام اسکولوں میں پولیوڈے کے حوالے سے، جس دن منعقد ہو، اسی دن کو قانونی طور پر پولیوڈے کے طور پر منائیں۔ انسانیت اور انسانی جانوں کو اس مہلک بیماری سے بچانے کا یہی واحد راستہ ہے۔ صوبے کے پسماندہ اور دُور دراز علاقوں میں پھیلی ہوئی آبادی کو اس مہلک مرض سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ تمام اسکولوں میں داخلے کیلئے بچوں کو پولیو

کی پیشگی کورس مکمل کرنے کی شرط عائد کی جائے۔ نیز پولیو مہم کارڈ لازمی قرار دیکر اس مہلک مرض سے ہمیشہ کیلئے نجات حاصل کی جائے۔“

جناب اسپیکر: اس سلسلے میں کوئی بولنا چاہے گا؟ میرے خیال میں خواتین کو ذرا بات کرنے دیں۔ محترمہ شاہدہ رؤف صاحبہ! آپ بات کریں۔

مسز شاہدہ رؤف: شکریہ جناب اسپیکر۔ جہاں تک پولیو ڈے کو celebrate کا ہے، no doubt بالکل ٹھیک۔ لیکن ایک بات جو میری سمجھ میں نہیں آئی اُس میں لکھا ہوا ہے ”کہ صوبے کے پسماندہ اور دُور دراز علاقوں میں پھیلی ہوئی آبادی کو اس مہلک مرض سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ تمام اسکولوں میں داخلے کیلئے بچوں کو پولیو کے پیشگی کورس مکمل کرنے کی شرط عائد کی جائے۔“ Please for God sake کہ اسکولز را consider کریں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ آپ ایک طرف تو slogan لگاتے ہیں کہ ہم نے لوگوں کو ایجوکیشن دینی ہے۔ دوسری طرف آپ اپنی پسماندہ اور وہ لوگ جو educated نہیں ہیں، اُنکو ایجوکیشن سے دُور کر رہے ہیں اور شرط عائد کر رہے ہیں۔ کس بنیاد پر شرط عائد کر رہے ہیں؟ ماں باپ کا کیا ہوا اولاد بھگتے گی۔

جناب اسپیکر: بات کر لیں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جناب اسپیکر! یہ تو اب میڈم کو یاد نہیں ہے کہ یہ قرارداد ہم لارہے ہیں، بحث کریں گے۔

جناب اسپیکر: ہاں ہاں وضاحت کر لیں۔

مسز شاہدہ رؤف: نہیں میں صرف اُس میں یہ add کر رہی ہوں کہ اسکول ایجوکیشن سے آپ اس طرح relate مت کریں۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: لوگ انسانیت سے ہٹ کے انسانی خون چُوس رہے ہیں۔ اسکی جو ویکسین ہمیں بھیک میں ملتی ہے دنیا ہمیں مدد کے طور پر دیتی ہے، لوگ کرپشن کی نظر کرتے ہیں۔

مسز شاہدہ رؤف: رحمت صاحب! please مجھے سن لیں۔

جناب اسپیکر: میڈم! بات کر لیں پھر سن لیں۔ تھوڑی بات کر لینے دیں۔

مسز شاہدہ رؤف: میں آپکی قرارداد کی مخالفت نہیں کر رہی ہوں۔ میں اپنا point of view یہ دے رہی ہوں کہ ایجوکیشن کے ساتھ آپ اسکول اس طرح relate نہیں کریں کہ ہم اپنے لوگوں کو ایجوکیشن سے دُور

کردیں۔ آپ نے انکو facilitate کرنا ہے۔ ایک طرف آپ ایجوکیشن دینے کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ دوسری طرف آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ آپکی کونسی کمیونٹی ہے؟ illiterate people ہیں اگر وہ نہیں کر سکتے تو کیا اُنکے بچے اسکول ہی نہیں جائینگے؟ ہم نے آسانیاں پیدا کرنی ہیں میرا صرف یہ مؤقف ہے۔

جناب اسپیکر: رحمت! آرام سے، خاتون کو بولنے دو یار! آپ seat پر بیٹھ کر بول رہے ہیں۔ ٹائی پتلون میں تو بندہ ماڈرن ہو جاتا ہے۔ جی راحیلہ درانی صاحبہ۔

محترمہ راحیلہ حمید خان درانی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - thank you پولیو، پہلے تو اسکا بیک گراؤنڈ ہمیں ضرور سمجھنا چاہیے۔ ویسے تو سب کو پتا ہے کہ پولیو ایک خطرناک ایک مہلک مرض ہے۔ لیکن ہم ابھی تک اس deadline، جو ہمیں ابھی تک اُس red ممالک میں شامل کر لیا گیا ہے red zone نہیں کہتی ہوں۔ کہ جس میں ابھی تک پولیو ختم نہیں ہوا ہے۔ تو یہ ایک بہت ہی شرمناک بات ہے کہ پوری دنیا میں ختم ہو گیا ہے اور top ممالک میں ہم دو یا تین ہی رہ گئے ہیں، اور افغانستان نے بھی تقریباً اپنے آپکو cover کیا ہوا ہے۔ ایک ہمارا ملک ہے جو اسکو ختم نہیں کر سکا ہے۔ تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پہلے تو ہمیں اپنی یہ رائے بنانی ہے کہ ہم اسے ختم کرنا بھی چاہتے ہیں کہ نہیں۔ اسمیں جو hurdles ہیں۔ اس کی کوئی وجہ ہے ہم انکو کنٹریس نہیں کر سکتے کہ کیا وجہ ہے۔ اور ساتھ ساتھ تجاویز بھی دینا چاہتی ہوں کہ ہمیں سب سے پہلے بھرپور awareness دینا ہوگا کہ پولیو کو ختم کرنے کیلئے پوری دنیا جو کہہ رہی ہے جو ہم ہیں جو ایک ملک رہ گیا ہے اسکو ختم کرنے کیلئے تو اسکے لوگوں کو بتائیں کہ آخر اس مرض کی وجہ سے تکلیف کیا ہے۔ میں کراچی میں ایک ورکشاپ میں گئی تھی وہاں ایک بچی آئی وہ تھوڑا سا لنگڑا کر چل رہی تھی۔ مجھے خود اتنا awareness نہیں تھا کہ جو پولیو کا شکار ہو جاتا ہے وہ کس تکلیف سے گزرتا ہے۔ تو ہم یہی سمجھے کہ جو نارمل handicap ہوتا ہے اسکا کوئی problem ہوگا۔ تو ہم ایک ہی table پر بیٹھے ہوئے تھے۔ تو اس نے اپنی تکلیف مجھ سے share کی، اُس نے کہا میڈم! ہم آپکو اخباروں میں دیکھتے ہیں۔ تو میں نے کہا آپ کہاں سے تعلق رکھتی ہیں؟ اس نے کہا سب سے میں نے کہا آپ پڑھتی ہیں۔ اس نے کہا جی میں پڑھتی ہوں اور کام بھی کرتی ہوں۔ تو میں نے کہا آپکو کوئی تکلیف ہے؟ ہمیشہ سوشل معاملات میں میرا interest ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پولیو ہوا تھا۔ تو یہ میرے لئے ایک shocking تھی۔ اس نے کہا کہ میں آگے اسلئے پڑھ نہیں سکتی اور مجھے میرے گھر والے نہیں پڑھواتے ہیں۔ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں ہمارے معاشرے میں بچیوں کی پڑھائی زیادہ ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پولیو ہوا ہے جی یہ تو double بوجھ ہے اسکا علاج بھی کروائیں اور کام بھی کریں۔ تو please آپ میری پڑھائی کیلئے کچھ

کریں۔ جیسے شاہدہ نے کہا کہ جی وہ روکنے کی بات ہے۔ یہ روکنے کی بات نہیں ہے یہ ایک مثال میں دے رہی ہوں کہ یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ کورس پہلے سے۔ والدین، جب تک ہم ایسے بچے پیدا کرتے رہینگے جو پولیو کا شکار ہیں اور اسکے بعد جو انکی پڑھائی میں hurdles آرہی ہیں۔ وہ بچی خود اپنے منہ سے کہہ رہی تھی کہ میں پڑھنا چاہتی ہوں لیکن میری یہ بیماری میری پڑھائی میں hurdle ہے۔ اس طرح پتا نہیں کتنے بچے ہونگے جو اس situation میں ہیں۔ تو یہ میں انکا جواب دینا چاہتی ہوں sir ابھی ہم بیٹھ کے آپس میں تفصیلی بات کر لیں لیکن میں اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی کہنا چاہوں گی کہ awareness تو ہم لوگوں کو عوام کو دینگے لیکن اس کیلئے سب سے زیادہ ضروری وہ مائیں وہ ادارے ہیں جہاں خواتین کام کرتی ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ ان اداروں ان ماؤں تک پہنچا جائے کہ ان کے بچوں نے اس سے شکار ہونا ہے۔ قدرتی طور پر مائیں بچوں سے close ہوتی ہیں، انہیں بتایا جائے۔ ابھی تک تو ماؤں کو پتا نہیں ہے انکو تو ایک ذہن میں ڈالا ہوا ہے کہ پتا نہیں یہ کس چیز کے قطرے ہیں۔ تو انکو پتا چلے کہ اگر یہ ناں ہوا تو اسکا result کیا ہوگا؟ نمبر دو میں یہ تجویز دینا چاہتی ہوں کہ جو بچے اسکا شکار ہو چکے ہیں جیسے کہ مجھ پر اسکا affect ہوا اور ابھی اس پر ہم کام بھی کر رہے ہیں کہ جو بچے اسکا شکار ہو چکے ہیں ہمیں انکی طرف بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہم اسکوروک رہے ہیں کہ چلیں آگے آنے والے، اب جو پینتالیس ہیں یا جتنے بھی ہیں جو شکار ہو چکے ہیں اور مزید ہونگے۔ لیکن ہم real means میں سوسائٹی کو message دینا چاہتے ہیں ہمیں ان بچوں کیلئے کچھ کرنا چاہیے جو پولیو کا شکار ہو چکے ہیں۔ اور انکی بہت بڑی تعداد ہے ہمیں اسکا ڈیٹا جمع کرنے کی ضرورت ہے ہم نے صرف awareness کے نام پر مہم نہیں چلائی ہے نہ اس کے نام پر ہم نے پیسہ خرچ کرنا ہے نہ funding کرنی ہے نہ funds raising کرنی ہیں۔ اگر ہم دل سے sincere ہیں کہ ہم اپنی سوسائٹی سے اس چیز کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو جو بچے اسکا شکار ہیں انہی بچوں کی success stories اٹھائیں جو آگے جا کے کوئی ٹیچر بن جائے کوئی پتا نہیں کیا بن جائے اور شاید کوئی کچھ بھی نہ بنے۔ تو انکو Ambassador بنائیں اور انکو سامنے لے کے آئیں۔ کہ جی! یہ کہتے ہیں "saying is believing" ایک تصویر بہت affect کرتی ہے، سامنے رکھی ہوئی ایک چیز ہزاروں لفظوں سے بہتر ہوتی ہے۔ آپ دیکھیں ایک بندہ جو اس تکلیف سے گزر رہا ہے وہ اپنی بات خود بتائیگا۔ میں اور آپ کبھی بھی وہ تکلیف بیان نہیں کر سکتے۔ تو میری دوسری تجویز یہ ہے کہ ان بچوں کو جو اسکا شکار ہیں انکی success stories اور انکو پولیو کا Ambassador بنایا جائے۔ میں اور آپ جتنی بھی تقریر کریں گے، شاید اسکا اثر نہیں ہوگا جو ایک شخص یا ایک بچہ یا بچی کھڑے ہو کے بتائیگا کہ میں ہوں جو اس تکلیف سے گزرا

ہوں۔ تیسری تجویز میری یہ ہے جیسے شاہدہ نے کہا میں بھی کہتی ہوں کہ ان بچوں کے لئے تعلیم مفت قرار دی جائے۔ کہ انکے لئے آگے جو راستے بند ہو رہے ہیں جو تکالیف ہو رہی ہیں کم از کم اس سے ان کے والدین یا انکی families کو ریلیف ملے۔ انکے لئے health facilities، اسپیشل پیکیج ہونا چاہیے۔ اور انکے لئے ملازمتوں میں اسپیشل کوٹہ بھی ہو، only for polio۔ مطلب ہم اسکول mix نہیں کریں۔ ہم لوگوں نے معذروں کیلئے کوٹہ رکھا ہے۔ لیکن ہم specially for polio جو بچے بڑے ہو گئے ہیں کیا انکے لئے ملازمتوں میں کوٹہ ہونا چاہیے؟ یہ میری کچھ تجاویز ہیں۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ اس طرح سے ہی شاید، اسی مہم سے سو فیصد ہو جاتی لیکن ابھی تک نہیں ہوئی تو اسکا مطلب ہے کہ ہماری awareness مہم میں یقیناً کوئی کمی ہے تو ان تجاویز کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ میں سمجھتی ہوں کہ لوگوں میں ایک awareness آئیگی، دیکھ کے آئیگی اسکی تکلیف کو محسوس کریں گے اور شاید ہم اس سے نجات حاصل کر سکیں، thank you

جناب اسپیکر: شکر یہ جی۔ ہینڈری بلوچ صاحب، آج تو بالکل انہوں نے ٹوپی شوپی پہنی ہوئی ہے اور عینک لگائی ہوئی ہے۔

مسٹر ہینڈری بلوچ: thank you اسپیکر صاحب۔ میں اسی حوالے سے بات کرنا چاہوں گا، جو قرارداد رحمت بلوچ نے move کی ہے۔ اگر ہم نے ایک صحت مند معاشرے کو تشکیل دینی ہے ایک ترقی یافتہ ملک کو بنانا ہے تو ہمیں ان تمام چیزوں پر نظر رکھنی پڑے گی جو ہماری آنے والی نسلوں کو متاثر یا اپناج کرتی ہیں۔ پولیو ایک ایسا مرض ہے اگر یہ جس بچے کو لاحق ہو گیا تو وہ ساری زندگی کیلئے اپناج ہو جاتا ہے اور اسکے ساتھ ساتھ اسکی فیملی اور معاشرہ بھی اسکو accept نہیں کرتا۔ اس اہم مسئلے کو جیسے کہ اس قرارداد میں mention کیا گیا ہے کہ اسکولوں کی سطح پر ٹیچرز کو پابند کیا جائے کہ وہ کلاس رومز میں بچوں کے ساتھ خاص طور پر اس بارے میں سیشن کر کے انکو پولیو کے بارے میں بتائیں اور خاص طور پر یہاں یہ بھی ضروری ہے کہ والدین کو اتنی awareness ہونی چاہیے کہ وہ ایسے sensitive issues پر اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے پلوا کر معذوری سے بچائیں۔ اسمیں میری ایک تجویز ہے کہ جس طریقے سے اسکولوں کے سلیپس بنائے جاتے ہیں ان میں ترمیم کی جاتی ہے۔ تو پولیو کی اہمیت کے حوالے سے یہ بھی ہمارے سلیپس میں شامل ہونا چاہیے۔ جس میں parents اور ڈاکٹرز کی بھی اسکولوں کی سطح پر کمیٹیاں ہونی چاہئیں جو خاص طور پر اسکے تدارک کیلئے کام کر سکیں۔ کیونکہ اب جب کہ ہمارا ملک ریڈ زون میں شامل ہو چکا ہے۔ تو اس سے نکلنے کیلئے ہمیں فوری طور پر اس کیلئے تدابیر استعمال کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم اس موذی مرض سے اپنے ملک اور اپنے بچوں کو بچا کر ایک

اچھا مستقبل انکو دے سکیں۔ thank you

جناب اسپیکر: thank you جی ڈاکٹر قیہ صاحبہ۔

ڈاکٹر قیہ سعید ہاشمی: thank you جناب اسپیکر۔

(اس موقع پر جناب چیئر مین، شیخ جعفر خان مندوخیل صدارت کی گُرسی پر متمکن ہوئے)

جناب چیئر مین: شکریہ۔

ڈاکٹر قیہ سعید ہاشمی: خوش آمدید جناب اسپیکر صاحب۔

جناب چیئر مین: شکریہ۔

ڈاکٹر قیہ سعید ہاشمی: اسپیکر صاحب! میں یہاں اپنی ذاتی تعلق داری کے حوالے سے یہ کہنا ضرور چاہوں گی کہ پچھلے پانچ سال جب میں اسمبلی کی ممبر تھی، تو PILDAT نے پارلیمنٹیریز کی ایک کمیٹی بنائی تھی اور شاید میں واحد ممبر تھی کہ پچھلے پانچ سال جہاں کہیں پولیو مہم چلتی تھی مجھے وہاں ضرور جانا پڑتا تھا۔ تو وہاں جو مجھے انکشافات ہوتے تھے کہ پشتون ہیٹ میں اس علاقے میں پولیو کے جو قطرے پلائے جاتے تھے انکے ورکرز کچلاک سے آتے تھے۔ یہ میں خود بہ نفس نفیس یونیسیف کی ٹیم اور ان لوگوں کے ساتھ as a عام خاتون observer جاتی رہی ہوں تو یہ پلاڈینا تو کوئی معنی نہیں رکھتا۔ یہ بتا دینا کہ وہ عمل کس طرح ہوتا ہے۔ تو PILDAT نے کمیٹی بنائی ہوئی تھی۔ جناب اسپیکر صاحب! اگر پھر پارلیمنٹیریز کی کمیٹی بنا دی جائے، جو ممبر جس علاقے سے elect ہو کر آتا ہے اسکو ذمہ داری دی جائے، آخروہ ووٹ لیکر آتا ہے اسکو اس علاقے کا head بنا دیا جائے کہ بچوں کو جو پولیو کے قطرے پلائے جاتے ہیں انکو observe کرنا چاہیے۔ تو آپ سے میں گزارش کروں گی کہ اگر اس تحریک میں اس چیز کو شامل کر دیا جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ جو منتخب پارلیمنٹیریز ہیں، وہ اپنا حق ادا کرنے میں کامیاب ہوں گے۔

جناب چیئر مین: میرے خیال میں اس پر رائے شماری کرواتے ہیں۔ اگر کسی کو حرج نہ ہو تو، ویسے۔ ہاں جی ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحبہ! آپکو floor دی جاتی ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب! کیونکہ ”جان ہے تو جہان ہے“ پولیو وہ موذی مرض ہے جو ہماری نسلوں کو مفلوج کر دیتا ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ 1921ء میں امریکن صدر، فرینکلن کو پولیو ہوا تھا۔ تو جتنے بھی ترقی یافتہ ممالک تھے امریکہ سمیت، انہوں نے اس کے لیے بہت سے اقدامات اٹھائے اور ابھی جتنے بھی ممالک ہیں وہ سب پولیو سے پاک ہیں۔ سو اے بنگلہ دیش، افغانستان اور پاکستان کے۔ جناب! انڈیا کی

آبادی ایک ارب سے زیادہ ہے لیکن وہاں ابھی تک پولیو کا ایک case بھی نہیں آیا ہے۔ اور میں سمجھتی ہوں کہ پاکستان کے دوسرے صوبوں کی نسبت یہاں بلوچستان میں پولیو کے cases ہمیں زیادہ تعداد میں مل رہے ہیں اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔ جناب! اگر پولیو ختم نہیں ہوتا یا پولیو کے بغیر جو ہم ٹیسٹ کروا رہے ہیں میں تو یہ سمجھتی ہوں کہ ترقی یافتہ ممالک ہمیں بغیر ویزا کے نہیں چھوڑیں گے۔ اور میں اس قرارداد کی بھرپور حمایت کرتی ہوں۔ میں یہ سمجھتی ہوں جناب اسپیکر صاحب! جو لوگ اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے نہیں پلاتے انکا ڈرائیونگ لائسنس اور شناختی کارڈ منسوخ کیا جائے۔ کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہے اپنے بچوں اپنی نسلوں کے ساتھ۔ اور جناب اسپیکر صاحب! خانہ بدوش، جو ہمارے دروازے علاقے ہیں وہاں بھی ٹیمیں بھجوانے کا بندوبست کیا جائے۔ وہاں vaccines کو صحیح معنوں میں محفوظ رکھنے کیلئے کوئی اقدامات نہیں ہیں انہیں بھی محفوظ کیا جائے کیونکہ اگر پولیو کے ڈراپس expire ہو جائیں تو انکا کوئی فائدہ نہیں۔ تو ان مسئلوں پر ہمیں زیادہ توجہ دینی چاہیے بالخصوص محکمہ صحت ابھی تک جن لوگوں کے ہاتھ میں تھا انہوں نے اس پر پوری توجہ نہیں دی۔ تو میں یہ گزارش کروں گی کہ اس پر محکمہ صحت، ہمارے خاندانوں اور ہمارے معاشروں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے اور پولیو کے خاتمے کے لیے ہم سب کو اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

حاجی محمد خان لہڑی: جناب اسپیکر صاحب! ہمارے علاقے میں تو۔۔۔

جناب چیئرمین: لہڑی صاحب! kindly پہلے اجازت تو لیں از خود اگر اس طرح بولنا شروع کر دیں گے تو اسمبلی کے لیے اچھا نہیں۔ ایک بولے، دو آدمی بہ یک وقت نہیں بول سکتے۔ اجازت لیں نوشیروانی صاحب! اگر آپ مہربانی کریں بس۔ نہیں مہربانی کریں زیرے کے بعد فلور آپ کو دینگے۔

Mr . Nasrullah Khan Zayray: Thank you Mr.Speaker.

جناب چیئرمین: زیرے صاحب کو فلور دی جاتی ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: مہربانی جناب اسپیکر! چونکہ میں اس قرارداد کا محرک بھی ہوں اور پچھلے دنوں میں نے اسلام آباد میں اس حوالے سے ایک اہم سیمینار بھی attend کیا تھا۔ تو یقیناً پولیو ایک خطرناک مرض ہے جس طرح ڈاکٹر صاحبہ نے کہا کہ اس وقت دنیا میں صرف تین ممالک، پاکستان، نائیجیریا اور افغانستان جہاں پولیو کا ابھی تک خاتمہ نہیں ہو سکا۔ نہیں! بنگلہ دیش اس سے نکل گیا ہے۔ جناب اسپیکر! یقیناً ایک دن پہلے جب اس موضوع پر یہاں بحث ہو رہی تھی کہ بعض تو تیں اب بھی ایسی ہیں جیسا کہ آج پشاور میں بہت بڑا واقعہ ہوا۔ پولیو کی ایک ڈپنسری میں بچوں کو پولیو کے قطرے پلائے جا رہے تھے اس دوران ان پر حملہ ہوا جس میں

تقریباً آٹھ نو بیگانہ لوگ مارے گئے۔ تو اس قسم کی صورتحال میں یقیناً ہم تمام مکاتب فکر کے لوگوں کو اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور جو resolution آئی ہے ہم بیٹھ کر اسکو اور بہتر بنائیں۔ جیسے محترمہ نے کہا تو میں کہوں گا کہ اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا جائے۔ اور حکومت اس حوالے سے اقدامات اٹھائے۔

جناب چیئرمین: نوشیروانی صاحب! ابھی آپ بولیں۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: سر! پولیو ایک موذی مرض ہے۔ ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ اس وقت ملک میں صرف نوٹوسیشن ہو رہا ہے۔ جہاں بھی دیکھو کوئی ڈاکٹر کسی بچے کو قطرے پلا رہا ہے اس نوٹوسیشن کی ضرورت نہیں عملی طور پر کام کرنا ہے۔ جناب! بلوچستان میں 30 فیصد لوگ دیہاتوں میں اور 70 فیصد شہروں میں رہتے ہیں۔ شہروں کے لوگ اپنے بچوں کو ہسپتال پہنچا دیتے ہیں یا پولیو کی ٹیمیں گھروں میں آ کر قطرے پلاتی ہیں۔ مگر جو لوگ پہاڑوں اور دیہاتوں میں رہتے ہیں وہاں ان کا رہنا سہنا آپ تمام بھائیوں کو پتا ہے۔ اس بیماری کو کنٹرول کرنے کا واحد علاج یہ ہے کہ ڈاکٹروں کی ٹیموں کو پابند کریں، ہر تین مہینے بعد جو انکا کورس ہوتا ہے وہ دیہاتوں میں چلے جائیں۔ دیہاتوں میں اول تو ڈاکٹر صاحبان جاتے نہیں اگر جاتے ہیں تو اس وقت یہ میڈیسن بھی expire ہو جاتی ہیں ان میں اثر نہیں ہوتا۔ جو 30 فیصد لوگ باہر رہتے ہیں سب سے پہلے ان کی دیکھ بھال کرنی چاہیے اور اس پر عملی کام کرنا چاہیے۔ نوٹوسیشن، اخبار اٹھا کر دیکھیں ڈی ایچ او صاحب قطرے پلا رہے ہیں صرف اپنی promotion اور اپنی پوسٹنگ کے لیے۔ امریکہ اور یورپی ممالک صدیوں پہلے ہم سے اتنا زیادہ forward ہیں کہ ہم 10 فیصد بھی ان کے مقابلے میں نہیں آ سکتے۔ آپ اس کوئٹہ شہر میں جا کر دیکھ لیں آپکی تمام میڈیسنز دو نمبر ہیں۔ آپکے ڈرگز انسپکٹر ہر مہینہ جا کر دس دس ہزار روپے میڈیکل سینٹروں سے لیتے ہیں اور رپورٹ دیتے ہیں کہ انکی میڈیسنز بالکل accept ہیں۔ آج کل اچھی کمپنیوں کی genuine نہیں دو نمبر دوائیاں آ رہی ہیں۔ ہسپتالوں میں جا کر دیکھ لیں کیا حال ہے اس وجہ سے میڈیسنز اپنا اثر نہیں دکھاتیں۔ جناب! اسی لیے پولیو زیادہ تر بلوچستان کی دیہاتوں میں جنم لیا ہے۔

Thank you sir

جناب چیئرمین: thank you جی رحمت بلوچ صاحب! ایک منٹ۔ رحمت بلوچ صاحب کو فلور دی ہے kindly، جب تک میں بیٹھا رہوں گا House کو بے ترتیب نہیں چلاؤں گا یا میں نکل جاؤں گا۔ ایک منٹ آپ کچھ نہیں بولیں انکو فلور دی ہوئی ہے وہ بولیں گے۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: I thank you اسپیکر صاحب! sir جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے واقعی

ایک اہم اور ضرورت کی قرارداد ہے دنیا میں آپ دیکھیں بلکہ آج کے جدید دور میں انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ 2015ء کے بعد جو ملک polio free نہیں ہوگا اس کے لوگوں کو دوسرے ممالک کے لئے travelling کی اجازت نہیں ملے گی یا age کے حوالے سے انکو ایئر پورٹ پر پکڑ کر قطرے پلانا یہ بھی تو ہیں ہے۔ جناب والا! دنیا میں صرف تین ممالک ہیں جیسے میرے colleague نصر اللہ صاحب نے کہا۔ پاکستان، نائیجیریا اور افغانستان۔ لیکن افغانستان نے اس پر جلدی کام کر کے 74 فیصد اس کو ختم کیا ہے اور پاکستان میں 44 کیسز ہیں۔ جہاں تک ہمارے صوبے کا تعلق ہے جناب اسپیکر! میں نے کئی دفعہ in-written دیا ہے جو ذمہ دار ادارے ہیں WHO، یونیسف کوئی توجہ نہیں دے رہا ہے۔ میں اس بات کو واضح کروں کہ گورے ہمارے لوگوں کو کرپشن کا راستہ دکھاتے ہیں پھر ہم پر ہنستے ہیں۔ اور ہمیں اس مہلک بیماری کیلئے ویکسین بھیک میں دیتے ہیں۔ لیکن اُس دن بحث میں یہ کہا گیا کہ کوئی نہیں جانتا کہ اس ویکسین کو کتنے ٹمپریچر پر رکھا جائے تاکہ وہ کارآمد ہو۔ جناب اسپیکر! گزشتہ پندرہ سال سے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں یہ کاروبار کے طور پر کیا جا رہا ہے۔ پاکستان میں یہ 1994ء میں شروع کیا گیا تھا اور آج تک ہے افسوس یہ ہے کہ اس صوبے کے جو high risks ڈسٹرکٹس ہیں، پشین، قلعہ عبداللہ، کچلاک ڈسٹرکٹ کوئٹہ میں ہیں، نصیر آباد اور جعفر آباد۔ گزشتہ ایک سال سے میرے خیال میں بلوچستان میں کیسز سامنے نہیں آئے۔ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ ان کیسز کو یہ چھپا رہے ہیں۔ یہ اپنی کرپشن کو جو اخباری اور کاغذی ٹیم بناتے ہیں۔ جس طرح میر عبدالکریم صاحب نے کہا کہ صرف نوٹوشیشن کرتے ہیں۔ 2008ء سے، میں خود ڈسٹرکٹ منجگور کے ان دیہاتوں میں گیا ہوں۔ وہاں ایک عورت نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ بچوں کو پولیو کے قطرے پلانے والی ٹیمیں پہلے آتی تھیں اب کہاں ہیں؟ میں آپ کو یہ بھی واضح کر دوں کہ وہاں ان دیہاتوں تک دو کلو میٹر آپ پیدل جائیں گے، گاڑی نہیں جاسکتی۔ اس کو اگر یہ لازمی قرار دیا جاتا ہے تو ان اسکولوں میں تعلیمی حوالے سے کوئی محروم نہیں رہے گا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ اسکے کورسز پورے ہوں کورسز بلکہ اس عمر تک اسکول کا بچہ آ جاتا ہے وہ کورسز مکمل ہوئے ہیں اس کے پاس ایک کارڈ تو ہوگا یہ جو کرپشن مافیا ہیں جو dummy طریقے سے انہوں نے ٹیمیں تشکیل دی ہیں انکی روک تھام ممکن ہو سکے گی۔ دوسری بات جناب اسپیکر! افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے، میں اپنے ڈسٹرکٹ کی بات کر رہا ہوں 2009ء میں پانچ ہزار پینٹائٹس سی اور بی کی ویکسینز تلف کی گئی تھیں اور اخباروں اور کاغذوں میں وہاں درج ہے کہ تمام ویکسینیشن یہ مہم وہاں چلائی گئی۔ اس طرح اگر ہم دیکھیں تو overall صوبے میں ہیلتھ کی کارکردگی ہے جو ہیلتھ کو تباہ کیا گیا تھا جو تجارت اور کاروبار کے طور پر ان لوگوں نے چلایا تھا ان سے ہم حق بجانب ہونگے۔

آپ جہاں جائیں تمام ڈپنسرز، B.H.U's, R.H.C's بند پڑے ہیں۔ آپ دیکھیں تمام ڈاکٹر ڈیپوٹیشن پر باہر ملکوں میں چلے گئے ہیں کوئی ڈیوٹی کے لیے تیار نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: درست ہے۔ آپ نے قرارداد کے متعلق جو تجاویز دیں اس کا شکریہ۔ میرے خیال اب اس پر رائے شماری کروائیں۔ رحمت بلوچ صاحب! کیونکہ شاہدہ رؤف صاحبہ اور ڈاکٹر صاحب نے بھی بولنا ہے۔ مسز شاہدہ رؤف: میں نے پہلے کہاں کہ میں اس قرارداد کی مخالفت میں نہیں ہوں میں آپ کے ساتھ کھڑی ہوں۔ آپ نے خود اپنے طور پر اس چیز کو define کر دیا۔ ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کا قصور ہے کہ پولیو کی ویکسین نہیں پہنچ رہی ہیں۔ تو اس صورت میں ہم بچوں کو کیوں سزا دے رہے ہیں کہ انکو تعلیم سے علیحدہ کر لیں۔ میں ادب کے ساتھ صرف ایک بات پوچھتی ہوں کہ اس بات کو clear کر دیں میں یہیں بیٹھ جاتی ہوں میں آپ کی حمایت میں کھڑی ہو جاؤں گی۔ میں یہ کہتی ہوں کہ اگر کسی بچے کے پاس اس کا کارڈ نہیں ہے تو کیا آپ اسکو اسکول میں admission نہیں دیں گے؟ بس بات ختم۔

جناب چیئرمین: آپ direct جواب نہیں دے سکتے جناب رحمت بلوچ صاحب! آپ تھوڑا اسمبلی کے decorum کا خیال رکھیں kindly اجازت لے کر بولیں۔ اب میں ڈاکٹر حامد خان اچکزئی صاحب کو فلور دیتا ہوں۔ نوشیروانی صاحب! آپ بول چکے ہیں۔ نہیں نہیں آپ نے اپنی تجویز دے دی۔ فلور ڈاکٹر صاحب کے پاس ہے، سردار صاحب! آپکو موقع ملے گا۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! آپکی بڑی مہربانی۔ یہ قرارداد بہت اہمیت کی حامل ہے اس میں اگر پورا ایوان اپنا share ڈال دے تو یہ ہمارا انسانی، قانونی، اخلاقی اور مذہبی حق بنتا ہے کہ ہم پولیو جیسے موذی مرض سے اپنے بچوں کی دیکھ بھال کریں۔ اس ایوان میں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں جب تک ہم پولیو کو eradicate نہیں کرتے تو ہمارے بچے اسمیں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ہم نے یہ باتیں بار بار کی ہیں آج پھر request کرتے ہیں اسکا تعلق ہمارے پختونخوا، پورے پاکستان کے ساتھ ہے۔ جب تک ہم امن قائم نہیں کرینگے پولیو کو eradicate نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر! میں پہلے بھی اس پر بولا تھا۔ کچلاک کے سینکڑوں مکانوں میں بم باز بیٹھے بم بناتے ہیں وہ پولیو والوں کو نہیں چھوڑتے۔ وہ refusal کے زمرے میں آتا ہے کہ جی ڈھائی سو گھرانوں نے refuse کیا ہے۔ یہی بم باز چمن اور یہاں پشتون آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں کوئی اُنکا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ابھی جس طرح زیرے صاحب نے کہا کہ بلال صاحب نے اپنے statistics دیئے۔ تو فائٹ میں forger، جب سے یہ وہاں بیٹھے ہیں لوگ اپنے گھروں کو نہیں جاسکتے اُنکے گھر محفوظ نہیں ہیں وہاں

ہمارے فوجی نہیں جاسکتے تو وہاں ہم کیسے پولیو کو eradicate کریں گے جب تک ہم اس دہشتگردی کو eradicate نہیں کرتے وہ بیچارے، کوئی ڈیرہ اسماعیل خان میں پڑا ہے کوئی پشاور میں۔ پھر گراف میں دوسری جو search تھی تین چار سال سوات میں جو معاملے ہو رہے تھے۔ تو ہم پولیو کو as a دہشتگرد، دہشتگردوں کے ساتھ منسلک کر کے eradicate کر سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ جو ہماری آرمی، ہمارے اداروں، ہماری بیوروکریسی یا ہمارے میڈیا میں ہیں جب تک اُنکا قلعہ قمع نہیں کریں گے جو اس فکر کے ہیں کہ دہشتگردی کو دوام دیا جائے، شاید اس میں ہم کامیاب نہ ہوں۔ دوسری بات جناب والا! کرپشن کی ہے۔ ابھی میری ذاتی رپورٹ ہے دو تین گھروں کی، فلانی گھر پر لکھا ہے 5 refusals۔ جب اُدھر لوگ گئے دروازہ کھٹکھٹایا کہ بھی آپ لوگ کیوں اپنے بچوں کو پولیو کے قطرے نہیں پلاتے؟ اور تمہارے مکان کے دروازے پر کیا لکھا ہوا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ اسمیں ہمارا کوئی قصور نہیں۔ کرپشن کا یہ عالم ہے اگر میں پیرامیڈک ہوں یا ٹیچر پولیو پر میری ڈیوٹی لگا لیتے ہیں۔ دوسرا معاملہ یہ ہے میں اپنی چھ سات سالہ بچی کو کہ جاؤ یہ دے دے دے دے لے لے تو ضروری ہے، لوگ انکار کریں گے تو وہ بھی refusals میں آجاتے ہیں۔ ابھی آپکا ڈی ایچ او آج سے تین چار سال پہلے ہمارے گاؤں کو دو دفعہ کہ جی عنایت اللہ کاریز میں ہم پولیو کے حوالے سے گئے اتنا پینے کے پانی کا خرچہ اتنا فلانی چیز کا خرچہ۔ ایک بھی بندہ نہیں آیا تھا۔ تو اسکا دوسرا factor کرپشن ہے۔ تیسرا جو سردار صاحب نے کہا کہ پولیو کی ویکسین کو جو مقررہ ٹیمپریچر پر نہیں رکھا گیا تو اسکا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ request ہے اُن اداروں سے جو ڈپٹی کمشنرز اُنکے انچارج ہیں، چیف سیکرٹری اُنکی monitoring کرتا ہے۔ یہ تمام چیزیں اگر اُنکے گوش گزار کرائی جائیں۔ تیسرا جو اسکولوں کے داخلے کے ساتھ اس کو نتھی کرنا، اسمیں کچھ وضاحتیں ہوں۔ بھی اگر کسی نے اپنے بچے کو پولیو کے قطرے نہیں پلوائے ہیں تو اُسکو داخلہ نہیں ملے گا؟ تو یہاں کسی نے تجویز پیش کی کہ اس کو اسکولوں کے ساتھ منسلک نہیں کیا جائے۔ جناب اسپیکر! اس کو اسکولوں کے ساتھ اس لئے منسلک کیا جائے کیونکہ یہ موذی مرض 80 فیصد بچوں کو affect کرتا ہے۔ اور ہمارے ہاں یہ وائرس شاید 32 فیصد رہ گئی ہے اُسکو eradicate کرنا ہے۔ اور پھر انسانوں میں ایسی individual variations ہیں کہ کسی بچے کو آپ پلائیں وہ پولیو وائرس antibodies بن جاتی ہے اُسکی resistance ہو جاتی ہے۔ ایسے بچے بھی ہیں جن کو اگر آپ آٹھویں بار پلائیں تو شاید اُنکو بھی ہو جائے۔ تو اس کو تین dosages تک محدود نہیں، اُس وقت تک جاری رکھنا چاہئے جب تک اس وائرس کا قلعہ قمع نہ ہو۔ اور ابھی لوگ حج کیلئے جائیں گے تو پولیو والے خود پلائیں گے یا ایئر پورٹ پر پلائیں گے۔ تو جناب والا! ہم شاید اُس red zone میں ہیں جس طرح

ساتھیوں نے ذکر کیا کہ شاید ہم پر پابندی لگ جائے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمارے defence کیلئے جو مدد اُن سے مل رہی ہے یعنی دوسرے ممالک سے ہمیں قرضے مل رہے ہوں یا امداد، شاید وہ اسکو پولیو کے ساتھ نخصی کر کے ہم پر پابندیاں نہ لگائیں اور اسکا امکان ہے۔ تو یہ میری گزارشات تھیں میں اسکی حمایت کرتا ہوں انتہائی اہم قرارداد ہے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔ جی سردار مصطفیٰ صاحب۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: آپکی مہربانی۔ جناب والا! پولیو سے متعلق جو قرارداد پیش ہوئی ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ اور واقعی یہ مرض بچے کو ساری زندگی کے لئے اپاہج کر دیتا ہے۔ جناب والا! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جس نے بھی یہ قرارداد پیش کی ہے اور اس پر اُنہوں نے اپنی دلائل دیں کہ اسمیں کرپشن ہو رہی ہے۔ پولیو والے گھروں میں نہیں جاتے لوگ نہیں چھوڑتے ہیں سب کی یہی دلائل ہیں۔ جناب والا! بچوں کو اسکول میں داخلہ نہ ملنے والے نقطہ پر میرا اختلاف ہے۔ یہ لوگ خود کہہ رہے ہیں کہ اسمیں کرپشن ہے کام صحیح نہیں ہو رہا ہے۔ قصور کس کا ہے؟ آیا اُس بچے کا ہے یا اُسکے والدین کا؟ کہ ہم اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہے ہیں انتظامیہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کر رہی ہے۔ اسمیں کرپشن ہو رہی ہے لوگ نہیں جاتے ہیں اور اُس قصور دار کو ہم سزا نہیں دیتے اور جس کا کوئی قصور نہیں سزا اس کو دیتے ہیں اور اُس پر پابندی لگا دیتے ہیں اور ان بچوں کی زندگی برباد کر دیتے ہیں۔ ایک تو وہ دہشتگرد ظالم جو اسکی مخالفت کرتے ہیں اُنکو چھوڑتے نہیں ہیں اور پولیو والے وقت پر گھروں میں نہیں جاتے۔ تیسرا دہشتگرد پھر ہم لوگ ہوئے کہ ہم اپنے بچوں کو تعلیم سے محروم کر دیں اور اُن پر پابندی لگائیں کہ آپ کو پولیو کا کارڈ لانا ہے پھر آپ کو داخلہ ملے گا۔ تو جناب والا! اس point کو میرے خیال میں اس قرارداد سے نکالنا چاہیے۔ کوئی اور تجویز دی جائے۔ جناب والا! ہم سب یہاں بیٹھے حقیقت بیان نہیں کر رہے ہیں۔ ہر ممبر اپنے حلقے کے حوالے سے بتائے کہ قصور والدین کا ہے یا اُن ذمہ دار لوگوں کا جو قطرے پلانے کے لئے نہیں جاتے؟ جناب والا! ہم تو یہاں کے رہنے والے ہیں یہاں ہمارے ٹیچرز اسکول نہیں جاسکتے ہم پاکستان کا جھنڈا نہیں لگا سکتے۔ ہر ممبر اپنے حلقے کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہہ سکتا ہے کہ وہاں پولیو ہم کروا سکتے ہیں یا نہیں؟ شکریہ جناب والا۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! کوئی رکن اگر اسمیں ترمیم لانا چاہتا ہے وہ in written تجویز دے دے پھر اس پر House کی رائے لیں گے۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: اس طرح کا طریقہ کار، ظاہر ہے انتظامیہ ضلع کے level پر ہے۔ ڈی سی،

انتظامیہ ڈاکٹرز اور ممبرز ہمت کریں اُن سے ملیں۔ جس دن پولیو ہم شروع ہوگی تمام ممبران اپنے اپنے علاقوں میں جا کر انکی مدد کریں کہ بھائی آپ پولیو کا پروگرام بنائیں۔ بھئی! ہم کو سٹہ میں بیٹھے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے علاقے میں پولیو شروع ہے۔ نہیں کہیں بھی شروع نہیں ہے کوئی نہیں جاتا۔ یہ ذمہ داری ہر ممبر کی ہونی چاہیے کہ وہ اپنے اپنے حلقوں میں جا کر کے اپنی انتظامیہ کے ساتھ بیٹھ کر اس کی ترتیب بنائیں۔ لوگوں کو بتائیں ان کی ذمہ داری لگائیں کہ اپنے اپنے علاقوں میں پولیو کے قطرے بچوں کو پلانا ہے۔ جب آپ کسی کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے تو وہاں سے آپکو جواب ملے گا۔

جناب چیئرمین: ایک منٹ سردار صاحب! جی قائد ایوان صاحب۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): جناب اسپیکر! چونکہ ہمارے کو سٹہ کے تمام سینئر ڈاکٹرز باہر گیٹ پر آئے ہوئے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ہماری ذمہ داری ہے، کہ ایک دو ساتھی ہر پارٹی سے جائیں۔ وہ ڈاکٹر عبدالمناف صاحب کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں، تاکہ اُسکے سلسلے میں آپکی اجازت سے ہم جائیں۔ جناب چیئرمین: بالکل درست ہے۔ ڈاکٹر حامد اچکزئی صاحب اور سردار صالح بھوتانی صاحب، آپ بھی انکے ساتھ چلے جائیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: تو مل بیٹھ کے کوئی اچھا طریقہ نکالا جائے تاکہ اس پولیو ہم کو ہم آگے بڑھائیں اور لوگوں کی مشکلات کو حل کریں پھر ہم اسمیں کامیاب ہو جائیں گے۔ یقیناً آپکو معلوم ہے کہ ایک طرف سے ہمارے سیاسی لوگ کھڑے ہیں سیاسی پارٹیاں کھڑی ہیں جو پولیو کو نہیں چھوڑ رہی ہیں۔ یہاں اسمبلی میں سارے بیٹھے ہوئے ہیں وہ یہ کر رہے ہیں۔ ایک ایسی ترتیب بنائی جائے تاکہ بچوں کے مستقبل کا حل ہم نکالیں اور انکو تعلیم سے محروم نہیں کریں۔ تو جناب والا! میری رائے یہ ہے کہ یہ پوائنٹ اس سے نکالا جائے باقی قرارداد جو بھی طریقہ ہے اُسی طرح اُسکو لایا جائے۔

جناب چیئرمین: جی محترمہ۔

محترمہ کشور احمد: جناب اسپیکر! پولیو در کرز پر آئے دن حملے ہو رہے ہیں اُن کو protection، تحفظ دیا جائے۔ اور ان کو پانچ مہینے کی تنخواہ نہیں ملی ہے انکو تنخواہیں بھی دی جائیں۔

جناب چیئرمین: ok۔ جی مولانا صاحب۔

مولوی معاذ اللہ موسیٰ خیل: جناب اسپیکر! سب سے پہلے میں یہ گلہ کرتا ہوں کہ ہمارے اراکین اسمبلی دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ حکومتی پیچڑ اور حزب اختلاف۔ اور اس بارے میں شاید پہلے حزب اختلاف کی طرف سے

ایک قرارداد بھی بنائی گئی تھی جو کہ پیش نہیں ہوئی۔ ڈاکٹر عبدالمناف صاحب کے حوالے سے ڈاکٹروں کے پاس جب ملنے جاتے ہیں تو حزب اختلاف کو اسپیکر کی طرف سے کوئی نمائندگی نہیں دی جاتی تو یہ میں نامناسب سمجھتا ہوں۔ دوسرا یہاں پولیو کے بارے میں جس دن پولیو کا افتتاح ہوا تھا تمام صوبے میں، اُس دن بھی اس پر شاید مفصل بحث ہو چکی ہے اور تمام اراکین نے اسکی حمایت کی ہے یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ ہے اور پولیو ایک ایسی بیماری ہے یہ جس کو لگ جائے موت تک اُسے پریشان کر دیتا ہے۔ میرے خیال میں اس کی کوئی بھی مخالفت نہیں کرے گا وہ آدمی مخالفت کریگا جو اسکے مفاد سے واقف نہ ہو۔ جیسے ہمارے باہر کے لوگ ہیں کوئی کہتا ہے کہ یہ ٹھیک نہیں ہے یہ حرام ہے یہ باہر سے آتے ہیں اس طرح کی باتیں ہم اپنے علاقوں میں سنتے ہیں۔ سادہ لوگ یہ بھی سمجھتے ہیں مثال کسی کی نظر میں سردار، پتا نہیں سردار اپنے بچوں کو پلاتے ہیں یا نہیں۔ یہ وفاقی مسئلہ ہے پورے صوبے میں، جہاں بھی کوئی گھر آباد ہے، اُن گھروں تک یہ دوائی پہنچانے کا جو بھی طریقہ ہو اُسکو آج کے بعد اختیار کیا جائے۔ اس قرارداد میں ایک شرط یہ بھی لگائی گئی ہے کہ جس بچے نے پولیو کا کورس مکمل نہیں کیا ہو اُسکو اسکول میں داخلہ نہیں دیا جائے۔ اور یہ بھی دیکھا ہے کہ آج سے پہلے جن بچوں نے تعلیم حاصل کی کسی روزگار کو حاصل کرنے کیلئے۔ جب اُنکو روزگار ملا تو ایک دو سال یا پانچ سال گزر جانے کے بعد ہمیشہ ہر دور کے حکمرانوں نے اُنکو پریشان کیا ہے کہ تمہارے لیے فنڈز نہیں ہیں لہذا جس ملازمت پر تمہاری نامزدگی ہوئی ہے آپ اُس میں نہیں ہیں ایک یہ پریشانی بھی ہم دیکھ رہے ہیں بغیر کسی بیماری کے۔ میرے خیال میں جو بھی مسئلہ ہو ہمارے ملک ہمارے صوبے میں اور ہمارے بھائیوں کو اُس میں سہولت میسر ہونی چاہیے مشکلات سے مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس بارے میں میری ایک تجویز اور گزارش ہے یقیناً اسکی کوئی مخالفت نہیں ہونی چاہیے ہم اس قرارداد سے متفق ہیں بغیر اس کے کہ اسمیں کوئی مشکل نہ ہو۔ ایک گھر ہے کسی پہاڑ میں ہمارے صوبہ بلوچستان میں زیادہ تر لوگ پہاڑوں میں رہتے ہیں جیسے قرارداد میں ہے۔ ہمارے ضلع میں اسکول نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر اسکول نہ ہو تو وہاں پولیو والے نہیں جاتے لوگوں کو پتا بھی نہیں ہوتا۔ کوئی ایسا طریقہ بنانا چاہیے کہ پولیو والے ہر گھر تک جائیں اور اُنکو پلانے پر آمادہ کریں کہ بھی یہ تمہارے بچوں کے مستقبل کیلئے ضروری ہے۔ یہ شرط جو لگائی گئی ہے میں تو اس سے متفق نہیں ہوں۔

جناب چیئرمین: میں سمجھتا ہوں کہ اسکو wind-up کر دیں کیونکہ مزید کارروائی بھی ہے۔ کیا قرارداد نمبر 7 اس amendment، کہ اسکو اسکولوں کے داخلے کے ساتھ منظور کی جائے یا original shape میں؟ اس پر ہم رائے شماری کروائینگے۔

سردار رضا محمد بڑیچ: جناب اسپیکر! لیکن اسمیں ہمارے پاس 40 اور 45 کیسز ریکارڈ ہوتے ہیں۔ یا تو یہ figures جو ہمارے پاس آتے ہیں یہ غلط ہیں یا ہم اتنے resistant ہیں کہ پولیو کا جو وائرس ہے وہ کام نہیں کرتا۔ اسی طرح جو آدمی وائرس کی وجہ سے بیمار نہیں ہوتا وہ resistant ہوتی ہے بلکہ carrier کی حیثیت سے وہ دوسرے کو transfer کرتا ہے۔ تو ہم نے اپنی اس قرارداد میں یہ بات یقینی ڈالی ہے کہ ہم as a carrier بھی اُسکو روک سکیں۔ کہ پولیو کا جو virus carrier ہے اُسکو ہم کس طرح بچا سکتے ہیں تاکہ یہ لوگوں کو transfer نہ ہو۔ تو ایسی بہت ساری ٹیکنیکل چیزیں ہیں۔

جناب چیئرمین: سردار صاحب! ابھی تک ہم پولیو کی ویکسین نہیں پہنچا سکتے تو اسکے test کس lab میں کروا سینگے۔ پہلے تو حکومت یہ یقینی بنائے کہ اسکے خلاف جو بھی resistance آتی ہے اُسکو protection دے دے۔ اور آپکے دوسرے ڈیپارٹمنٹس میں جیسے ڈپٹی کمشنرز، منتخب نمائندے اور خاص کر آپکے ای ڈی او ہیلتھ اور ایجوکیشن والوں کو بھی اسمیں شامل کر دیں انکی مرضی سے یہ سہولت ہم لوگوں تک پہنچائیں۔ اور ایسے واقعات جیسے ڈاکٹر حامد صاحب اور دوسرے اراکین نے کہا کہ resistance آتی ہے لوگ نہیں چھوڑتے ہیں پولیو کیلئے اخبارات میں بھی ہم دیکھتے ہیں۔ اسمیں پھر گورنمنٹ اُن لوگوں کو forces بھی provide کرے تاکہ اس سہولت سے کوئی بچہ محروم نہ ہو۔ کیا یہ قرارداد منظور کی جائے؟ ok۔۔۔ (مداخلت)

میڈم! ایک بار اسمبلی کی کارروائی مکمل کر لیں۔ نہیں پہلے اسکو مکمل ہونے دیں پھر آپکا point of order جب آئے گا کیونکہ آج اُس میں وقت ہے۔ مولانا صاحب! آپ نے گلہ کیا کہ اپوزیشن کو نہیں بھیجا گیا ہے اگر آپ اُنکے ساتھ share کرنا چاہیں تو بڑی خوشی ہوگی آپ اُنکے پاس چلے جائیں یہ ٹیم جو وہاں ڈاکٹروں کے ساتھ بات کرنے گئی ہے۔ واقعی میرا دھیان اس طرف نہیں تھا۔۔۔ (مداخلت) جی ہاں چیف منسٹر صاحب نے اسی طرح کہا ہے۔ مشترکہ قرارداد نمبر 7 منظور ہوئی۔ اگلی قرارداد، نواب محمد خان شاہوانی صاحب صوبائی وزیر، میر خلد لاگو صاحب، میر غلام دستگیر بادی صاحب اور میر مجیب الرحمن محمد حسنی صاحب، اراکین صوبائی اسمبلی میں سے کوئی ایک محرک اپنی مشترکہ قرارداد نمبر 8 پیش کرے۔ جی خالد لاگو صاحب۔

مشترکہ قرارداد نمبر 8

میر خالد لاگو: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ ”یہ ایوان وفاقی حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ ضلع قلات کی تحصیل منگچر کی دیہاتوں کو سوئی گیس فراہم کرنے کیلئے فوری اقدامات اٹھائے۔ تاکہ منگچر کے عوام کا یہ دیرینہ مطالبہ پورا ہو سکے۔ کیونکہ گزشتہ حکومتوں نے مستونگ اور قلات کو تو گیس فراہم کی ہے لیکن دونوں شہروں کے درمیان واقع

تخصیص منگچ کو اس سہولت سے یکسر نظر انداز کیا ہے۔ مزید یہ کہ مستونگ کے علاقے دشت، تیرہ میل، درینگڑھ اور کھڈگوچہ کے علاقے کنڈمرانی کو بھی ماضی میں نظر انداز کر کے قریبی آبادیوں کو گیس فراہم کی گئی ہے۔ لہذا اس امتیازی سلوک کا فوری خاتمہ کرتے ہوئے مذکورہ علاقوں کو بھی گیس فراہم کی جائے۔

جناب چیئرمین: مشترکہ قرارداد نمبر 8 پیش ہوئی۔ اگر محرمین میں سے کوئی اسکی موذونیت پر بولنا چاہے۔ پہلے محرمین میں سے جنہوں نے پیش کی ہے آپ بیشک بعد میں بات کر سکتے ہیں۔ جی منظور صاحب۔
جناب منظور احمد خان کا کڑ: جناب اسپیکر! گیس اسی صوبے سے نکلتی ہے۔ منگچ، قلات ان علاقوں کو جہاں گیس نہیں ہے انکو دینی چاہیے۔ گیس ڈیرہ بگٹی سے نکلتی ہے، بگٹی صاحب چلے گئے، وہاں بھی گیس نہیں ہے۔ اسی طرح انمبرگ اور پشتون بیلٹ میں جہاں جہاں گیس نہیں ہے اسکو پورے صوبے کا مسئلہ بنا کر ایک ہی دفعہ لایا جائے یہ میری suggestion ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں اگر آپ کوئی ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو لکھ کر کے دے دیں تاکہ اُسکے مطابق پھر ایوان سے اُسکی رائے شماری کروا کے کہ اس ترمیم کے ساتھ یا original shape میں منظور کرنا چاہتے ہیں؟ میر عبدالکریم نوشیروانی: جناب اسپیکر! انہوں نے محرمین کو by-pass کر دیا ہے۔
جناب چیئرمین: نوشیروانی صاحب! اگر انہوں نے movers کو by-pass کر دیا ہے آپ اسپیکر کو by-pass کر رہے ہیں۔ جی آپ wind-up کریں۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: جناب اسپیکر! میں wind-up کرتا ہوں اگر وہ مجھے چھوڑ دیں۔
جناب چیئرمین: جی۔
جناب منظور احمد خان کا کڑ: جیسے کریم صاحب نے کہا کہ انکو by-pass کر دیا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد جو تھا وہ میں نے کہہ دیا کہ جہاں سے گیس نکلتی ہے ہمارے صوبے سے، سوئی سے وہاں لوگوں کو یہ سہولت میسر نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: اگر آپ ترمیم پیش کرنا چاہتے ہیں تو لکھ کر کے بھجوادیں تاکہ اُس پر رائے شماری کروائیں کہ ترمیم کے ساتھ یا اسکو original shape میں منظور کر دیں۔

جناب سنٹوش کمار: جناب اسپیکر! سوئی سے گیس 1952ء میں نکلی ہے اور پشاور، اسلام آباد اور دوسرے علاقوں میں پہنچ چکی ہے لیکن سوئی کے لوگ ابھی تک اس سے محروم ہیں۔

مسز شاہدہ رؤف: جناب اسپیکر! منظور کا کڑ صاحب نے بالکل صحیح کہا کہ اسکو پورے صوبے سے link

کر دیا جائے اور اسمیں یہ amendment لائی جائے۔ اسمیں ایک اور یاد دہانی میں کراؤں گی کہ ہماری پارٹی نے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ لکھ کر بھجوادیں۔

مسز شاہدہ رؤف: جناب! اس میں انمبرگ کو بھی شامل کیا جائے۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں آپ amendment لکھ کر بھجوادیں۔ تاکہ میں House سے اس پر رائے شماری کروالوں۔ کیونکہ قانون یہ ہے کہ کوئی بھی معزز رکن اگر اسمیں amendment پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ بھی House کے سامنے رکھی جاتی ہے پھر House کی مرضی ہے کہ اکثریت جس طرف جائے اسی shape میں منظور کرنا پڑتا ہے original shape یا amended shape میں۔ کوئی بھی معزز رکن زبانی تجویز نہیں دے اُسکو لکھ کر کے سیکرٹری کے پاس بھجوادیں۔

مسز شاہدہ رؤف: جناب اسپیکر! اسمیں ایک چیز اور add کرونگی کہ پچھلے tenure میں اسی قسم کی دو قراردادیں ہماری پارٹی ہم نے یہاں سے پاس کروائی تھیں اور مجھے بڑی شکایت کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ unfortunately ہماری مشترکہ قراردادوں پر بھی کوئی عمل نہیں ہوا تو please اس چیز کو بھی آپ اپنے نوٹس میں رکھیے گا۔ لیکن ہماری قراردادوں کا کیا حشر ہوتا ہے وہ ہم سب کو پتا ہے۔

جناب چیئرمین: وہ گورنمنٹ کے اوپر ہے قرارداد binding نہیں ہوتی ہے۔ وہ گورنمنٹ کیلئے ایک تجویز ہوتی ہے جو اسمبلی کی طرف سے آتی ہے۔ تو وہ پرائونٹل گورنمنٹ سے اگر تعلق رکھتی ہو۔ جی بادی صاحب ایک منٹ، مختصر کر دیں۔

حاجی غلام دستگیر بادی: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! جیسے کہ ساتھیوں نے کہا کہ اسمیں amendment ہو۔ میں نہیں سمجھتا ہوں میرے خیال میں جن کے areas میں ہمارے جو اراکین ہیں، لامحالہ یہ مسئلہ سب کا ہے۔ تو پورے صوبے کے حوالے سے میرے خیال میں نوٹشکی کا بھی اس میں add کرتا چلوں۔ کہ گیس کا ذخیرہ ہونے کے باوجود وہاں ٹینکروں کے ذریعے، ہمارے سابق ایم این اے صاحب نے لوگوں کو اسمیں relief دینے کی کوشش کی کئی کئی کلومیٹر، جس میں کلی جمال دینی، کلی بادی، کلی مینگل اور قادر آباد، کئی کلیوں تک انہوں نے آٹھ آٹھ انچ کی پائپ لائنیں بچھوائیں۔ لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جناب اسپیکر صاحب! ہمارے areas میں جنگلات ختم ہو چکے ہیں اور تفتان سے جو گیس آتی تھی آج کل اس پر بھی اتنی سخت پابندی لگائی گئی ہے کہ وہ ہم استعمال ہی نہیں کر سکتے۔ تو جناب اسپیکر صاحب! میں تو یہی اپنے حوالے سے جیسے کہ ساتھیوں نے

کہا اسمیں ترمیم کی جائے۔ گیس بنیادی ضرورت ہے اس جدید دور میں، ہمارے نوشکی میں میرے خیال میں صرف اور صرف گیس پائپ لائنیں بچھائی گئی ہیں۔ تو آپ سے یہی گزارش ہے کہ یہاں کوئٹہ میں گیس کمپنی کا جو G.M ہے اسکو بلا کے صوبہ کے حوالے سے، جیسے منظور کا کڑ صاحب نے کہا تو انمبرگ، منچر اور آس پاس کے جتنے ڈسٹرکٹس ہیں plus صوبے کے، تو اُس کو بلا کر اس سے پوچھا جائے کہ 2013-14ء میں انہوں نے کونسے ڈسٹرکٹس select کیے ہیں۔ تاکہ جو سٹ روئی کا شکار ہیں جن پر کام نہیں ہو رہے ہیں ہم کہتے ہیں کہ تیزی سے کام ہوں تاکہ ہمارے areas جو رہ گئے ہیں لوگوں کو یہ سہولت مل جائے۔

جناب چیئرمین: اسکا طریقہ کاریہ ہے کہ پرائشل گورنمنٹ اسکوفیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ discuss کرے اور اسکو بتائے کہ یہ یہ areas ہیں جنکا حق بنتا ہے اور یہ ابھی تک گیس سے محروم ہیں۔ کیونکہ لوکل آپکا GM جو ہے اس کو تو صرف implementation کی حد تک اختیارات ہیں اُس سے زیادہ نہیں۔

حاجی غلام دستگیر بادینی: لیکن اسپیکر صاحب! اس میں تو ہمیں پتا چل سکتا ہے کہ 2013-14ء میں ہمارے کون سے areas ہونے ہیں۔ جیسے بجٹ کے حوالے سے یہاں amendment کرتے ہیں یا اسمیں ہم change لاسکتے ہیں وہ ہمیں پتا ہے۔ فیڈرل کے حوالے سے بھی ہمیں پتا ہو کہ آیا اسمیں مزید کیا کام ہوگا۔
جناب چیئرمین: شکریہ جناب۔ نواب شاہوانی صاحب۔

نواب محمد خان شاہوانی (صوبائی وزیر): اسپیکر صاحب! جن علاقوں کا ذکر کیا گیا یہ belt زیارت سے شروع ہوتا ہے، کوئٹہ، مستونگ، قلات بالخصوص، یہ شدید سرد علاقے ہیں۔ ان علاقوں کے لوگوں نے جو باغات لگائے ہیں یا انکی زمینداری ہے۔ اس سے قبل جب یہ ٹیوب ویل وغیرہ نہیں تھے تو ان علاقوں کے اکثر لوگ نیچے علاقوں کچھی اور نصیر آباد کی طرف جاتے تھے ان کی وہاں بھی زمینیں ہیں۔ لیکن جب سے انہوں نے باغات اور باقی کاروبار، ملازمتوں کو اختیار کیا ہے۔ تو اُس وقت سے یہ لوگ کچھی اور گرم علاقوں کی طرف نہیں جاتے۔ اور جس کی وجہ سے ہمارے پہاڑوں میں تھوڑا بچا کچھا، کیونکہ ہمارے اس belt کے پہاڑوں میں نہ تو کوئی جنگلات ہیں نہ کوئی بڑے درخت ہیں تو جو بچا کچھا تھا وہ بھی انہوں نے ختم کر دیا۔ اور اب وہ جلانے کیلئے باغوں کی شاخ تراشی حد سے زیادہ کرتے رہتے ہیں۔ تو ان علاقوں کے لوگوں کو مزید تکلیف اور مشکلات سے بچانے کیلئے بالخصوص جو منچر belt ہے بہت زیادہ آبادی کا ہے اور سینکڑوں گھروں پر مشتمل ہمارے گنڈ عمرانی، ببری اور درہینگڑھ۔ افسوس اس بات کا کہ کچھلی حکومت میں کانک تک گیس پہنچائی گئی لیکن 2,3 کلومیٹر کے فاصلے پر درہینگڑھ اور ببری کو نہیں دی گئی۔ تو اس کیلئے گزارش یہ ہے کہ اسکو منظور کیا جائے کہ ان علاقوں کو فوری

طور پر گیس دی جائے تاکہ ان لوگوں کے باغات مزید جلانے سے بچ جائیں۔ شکر یہ۔

جناب چیئر مین: شکر یہ، جی سردار محمد اسلم بزنجو صاحب۔

سردار محمد اسلم بزنجو: جو قرارداد ساتھیوں نے پیش کی اگر ہم اسی کو منظور کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ قلات اور مستونگ میں گیس ہے درمیان میں ان دو جگہوں کھڈ کو چھ اور منگچر میں نہیں ہے۔ اگر ہم پورے بلوچستان کا کر دیں ضرورت تو سب کو ہے۔ تو مہربانی کر کے یہ جو قرارداد ہمارے دوستوں نے پیش کی یہ بالکل جائز ہے۔ یہ تو ان لوگوں کی شرافت ہے اگر کوئی اور ایریا ہوتا تو وہاں سے گیس لائن بھی نہیں چھوڑتے۔ مہربانی کر کے اس قرارداد کو اسی شکل میں پاس کیا جائے۔ ہاں کوئی اور قرارداد ہم لائینگے وہ تو پورے بلوچستان کی بات ہے۔ جیسے ہمارے دوست نے کہا کہ سوئی میں ابھی تک گیس نہیں ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان لوگوں کے ساتھ زیادتی ہے کہ اس طرف اور اس طرف گیس ہے اور درمیان ان دو جگہوں کو چھوڑا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اسکو اسی طرح پاس کیا جائے۔

جناب چیئر مین: شکر یہ۔ جی منظور کا کڑ صاحب۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: ایک قرارداد بینک قرضوں کے حوالے سے آئی تھی اس میں ہم نے پورے صوبے کا شامل کیا تھا کہ یہ سب کا مسئلہ ہے۔ سردار صاحب کی بات بالکل سر آنکھوں پر لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر چالیس سال سے کوئٹہ شہر میں گیس ہے اور انمبرگ میں نہیں ہے تو انکا کیا گناہ کیا وہاں سے پائپ لائن نہیں گزرتی۔ جو آس پاس کے علاقے ہیں جیسے ہنہ اوڑک، یہ کینٹ سے دو کلومیٹر کے فاصلے پر بھی نہیں ہے۔ کیا انکا حق نہیں ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ یہ سب کا مسئلہ ہے۔ جناب اسپیکر! جب ایک مسئلہ آیا ہے تو ہم مل کے اسکو آگے بڑھائیں۔ اگر منگچر کیلئے ایک فائل اسلام آباد move ہوگا وہاں سے permission ملے گی، کیونکہ پرائم منسٹر صاحب نے اس پر ban لگایا ہوا ہے کہ ہم نئے کنکشن بالکل نہیں دیں گے۔ تو ہم یہ چاہتے ہیں کہ اسکو مل کے وہاں لے جائیں، اگر وہاں سے permission ملتی ہے تو پورے صوبے کو ملے۔ کیونکہ پورا صوبہ اس وقت اس سے دوچار ہے۔ یہ صرف منگچر کا مسئلہ نہیں جناب اسپیکر! یہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔ یہاں اگر ہم ایک کلومیٹر کیلئے بات کریں تو وہ بھی اسلام آباد یا ہیڈ آفس کراچی بھیجتے ہیں۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ جتنے بھی مسائل ہیں یہ مشترکہ طور پر حل ہوں۔ 9 تاریخ کو تو اسی لئے ہم لارہے ہیں۔ Thank you جناب اسپیکر!

جناب چیئر مین: اگر کوئی amendment پیش کرنا چاہتا ہے تو وہ لکھ کر کے دے دیں۔ جیسے ایک

amendment میرے پاس لکھی ہوئی آئی ہے۔ میڈیم! آپ بولیں پھر نواب صاحب بولیں گے۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: جس طرح ساتھی بات کر رہے تھے کہ یہ بہت ہی اہم نوعیت کی قرارداد ہے۔ جیسے سردار محمد اسلم صاحب نے کہا کہ یہ تو ان لوگوں کی شرافت ہے۔ اب اس سے آپ اندازہ لگائیں۔ جاوید جبار صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، آپکو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ بلوچستان کی جو محرومیاں ہیں یہاں جو لوگ چیختے ہیں، وہ ایسے نہیں چیختے اسکے پیچھے بہت ہی strong logic اور ایک history ہے۔ گیس جو کہ صوبہ بلوچستان سے نکلتی ہے اور یہاں کے عوام کو ابھی تک اس سے محروم رکھا گیا ہے۔ یہ اسی صوبے کے resources ہیں اور اسی صوبے کی گیس ہے جو اس صوبے کو چھوڑ کے دوسرے صوبوں کے عوام اس سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں ان کی فیٹریاں اس سے چل رہی ہیں لیکن ہمارے اپنے گھر کے چولہے بجھے ہوئے ہیں۔ تو یہ میرے خیال میں یہاں کے عوام کے ساتھ زیادتی ہے۔ اس سے پہلے بھی یہاں میرا experience رہا ہے کہ قراردادیں پیش ہوتی رہی ہیں لیکن ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے مجھے یہی لگتا ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میں نے اُسکی وضاحت کر دی کہ قرارداد mandate نہیں وہ ایک تجویز ہوتی ہے آپ اپنی تجویز دے دیں۔

محترمہ یاسمین بی بی لہڑی: اسپیکر صاحب! آپ اس پر رولنگ دے دیں کہ اب چونکہ سردیاں آرہی ہیں۔ نواب محمد خان شاہوانی صاحب نے بہت ہی polite انداز میں اپنا مدعا پیش کیا کہ یہاں جنگلات نہیں ہیں، پہاڑوں میں لکڑیاں بھی ختم ہو چکی ہیں، تو ہمارے عوام اب کہاں جائیں کیسے اپنے گھروں کے چولہے جلائیں؟ اس پر میرے خیال میں فوراً عمل کیا جائے اور یہ صرف ایک علاقے کا مسئلہ نہیں یہ پورے بلوچستان کا مسئلہ ہے۔

Thank you.

جناب چیئرمین: شکریہ۔ نواب محمد ایاز جوگیزئی صاحب۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: Thank you Mr. Chairman، میرے Honorable colleagues نے گیس کے حوالے سے قرارداد پر اپنی تجاویز دیں۔ کیونکہ یہ ہمارے صوبے کے elected Members ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ میں نے اُس دن بھی بات کی کہ جب یہ نئی اسمبلی منتخب ہوئی، تو دوسرے سیشن میں ہم واپڈا کے متعلق ایک قرارداد لائے۔ جو کہ اس وقت بجلی کا مسئلہ بہت ہی گمبیر ہو چکا ہے اور دو گھنٹے ہمیں بجلی مل رہی ہے۔ اُس قرارداد کو ہم نے کہاں تک پہنچایا اُس پر کہاں تک عمل ہوا؟ آج پھر ایک قرارداد آئی ہے گیس کے متعلق۔ اس پر تو اچھی تجاویز آتی ہیں ہمارے ساتھی اس پر اچھی تقاریر تو کر لیتے ہیں جہاں پائپ بجھے ہوئے ہیں جہاں گیس کے پائپ پہنچائے گئے ہیں، اُن میں گیس نہیں

ہے۔ پشتون آباد میں گیس نہیں ہے کوئٹہ شہر میں ہے۔ دسمبر اور جنوری کے مہینے میں یہاں سخت سردی پڑتی ہے تو گیس کی لوڈ شیڈنگ شروع ہو جاتی ہے اور یہ نئے کنکشن مانگ رہے ہیں۔ بجلی دو گھنٹے ملتتی ہے یہ نئے گاؤں کو بجلی دے رہے ہیں۔ پہلے تو ہمارے صوبے کی گیس کا جو حصہ بنتا ہے وہ ہمارے صوبے کو پورا ملنا چاہیے۔ اس صوبے سے گیس نکل رہی ہے یہاں گیس نہیں ہے۔ پائپ بچھائے گئے ہیں اُس میں گیس نہیں ہے اور ہم نئے کنکشن نئے علاقوں کیلئے گیس مانگ رہے ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ پہلے ایسی قرارداد لائیں کہ ہمارے صوبے کو مکمل گیس ملے اور پھر ہم نئے کنکشن لے لیں یہ میری تجویز ہے۔

جناب چیئرمین: آئین کے تحت کہ جس صوبے سے جو وسائل نکلتے ہیں سب سے پہلے اُس صوبے اور اُس علاقے کا حق بنتا ہے۔ جی میر عاصم صاحب۔

میر محمد عاصم کردگیلو: مہربانی اسپیکر صاحب۔ ہمارے colleagues نواب شاہوانی صاحب، خالد لاگو صاحب، غلام دستگیر بادینی صاحب اور مجیب صاحب نے جو قرارداد پیش کی ہے۔ آپ اسمبلی کا ریکارڈ اٹھا کے دیکھ لیں 1990ء سے اب تک اسمبلی میں ہم آرہے ہیں، اس طرح کی قراردادیں کئی دفعہ پیش ہوئی ہیں۔ اسپیکر صاحب! بات ہے عملدرآمد کی، آج تک ان پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا ہے۔ اسپیکر صاحب! یہ قرارداد واقعی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ بلوچستان کے جو ہمارے سردترین علاقے ہیں وہاں منفی 14 اور 15 تک سردی چلی جاتی ہے۔ اسپیکر صاحب! ابھی جیسے ہمارے colleague سردار محمد اسلم بزنجو اور کاکڑ صاحب نے کہا کہ بلوچستان کے ہر ڈسٹرکٹ کو، ہر کھلی کو گیس کی ضرورت ہے یہ نہیں کہ آج منگ کر ضرورت ہے تو کل زرد منگنے والے کہیں گے کہ ہمارے نزدیک ہے ہمیں بھی اسکی ضرورت ہے۔ جیسے نواب شاہوانی صاحب نے کہا کہ کانک میں ہے اور دریا ٹکڑھ میں نہیں ہے۔ لامحالہ کل شیخ واصل میں بھی اُسکی ضرورت پڑے گی۔ اسپیکر صاحب! اس قرارداد کو سارے مشترکہ اسمبلی کی قرارداد اُس میں ترمیم کر کے سارے بلوچستان کیلئے بنائیں۔ اور بلوچستان کے سارے ڈسٹرکٹس کیلئے اور بلوچستان کے جتنے بھی گاؤں ہیں اُنکے لئے بنائیں تو بہتر ہوگا کیونکہ جو گیس بلوچستان سے نکل رہی ہے اُس کی مقدار بھی کافی کم ہوئی ہے اور پنجاب میں جو فیکٹریاں گیس پر چل رہی تھیں اُنکو بھی نہیں مل رہی ہے۔ گیس تو ابھی ختم ہونے والی ہے۔ تو اسپیکر صاحب! بلوچستان کے جتنے بھی ڈسٹرکٹس ہیں اور اُنکے جتنے بھی گاؤں ہیں یہ سارے important ہیں اور ساروں کو اس کی ضرورت ہے اور اُسکے لئے میرے خیال میں ایک مشترکہ قرارداد بنائیں اپنے ساتھیوں کی صلاح سے تو بہتر ہوگا۔

جناب چیئرمین: جیسے نواب صاحب نے کہا کہ آئین کے آرٹیکل 158 کے تحت ان علاقوں کو ترجیح دی

جائیگی جہاں سے قومی دولت نکلتی ہے۔ جیسے گیس صوبہ بلوچستان سے نکلتی ہے تو صوبہ بلوچستان کو ترجیح دی جائے۔ ویسے تو اسمیں مشورہ یہ ہے کہ بڑی اچھی طرح highlight تو یہ ہوا ہے معزز ممبران صاحبان نے اپنی اپنی رائے دی ہیں۔ کیونکہ صوبائی حکومت نے فیڈرل حکومت کے ساتھ اٹھائے تو اسمبلی میں اس کو highlight ہونا ہوتا ہے۔ basically اسمبلی کی قرارداد وہ کسی بھی طور پر binding نہیں ہوتی اس میں مسئلہ highlight ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اچھی طرح highlight ہوا ہے۔ اب صوبائی حکومت اسکو فیڈرل حکومت کے ساتھ take up کرے کہ ہمارے صوبے میں یہ کمی ہے اسکو پورا کیا جائے۔

میر محمد عاصم کردگیلو: اسپیکر صاحب! آپ اسمبلی کا ریکارڈ نکالیں کہ کتنی دفعہ پیش ہوئی ہے؟

جناب چیئر مین: پیش ہوئی ہے۔ اور آج بھی پیش ہو جائیگی، ضروری نہیں کہ اس پر عملدرآمد ہو۔ لیکن highlight ہونا ضروری ہے۔ مختصر کریں اور بھی کارروائی ہے۔

سید آغا لیاقت علی: مختصر کرتا ہوں جناب۔ اس قرارداد کو من و عن اسی طرح یہ House پاس کرے۔ تاکہ اس علاقے کو، مجھے اس اسمبلی میں تین مہینے میں یہ تجربہ ہوا ہے کہ جس قرارداد کو کسی نے fail کرنا ہو تو وہ کہتا ہے کہ اسکو اسمیں شامل کر دیں۔ حبیب اللہ کوٹل کے متعلق میں نے ایک قرارداد پیش کی تھی اسمیں لوگوں نے رخنہ ڈالے کسی نے اونچ کا کہا کسی نے گٹی کا کہا کسی نے کس کا کہا۔ وہ قرارداد آج تک آگے نہیں جاسکی اور اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا بلکہ یہ بھی سنا ہے کہ جس قرارداد کو fail کرنا ہو اس کو اسمبلی میں defer کیا جاتا ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے) تو میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ سابق قراردادوں کا بھی یہی انجام ہوا ہے۔ آپ اس قرارداد کو من و عن پیش کریں۔ next بلوچستان کا جو کوٹہ ہے، 808MMCDF گیس ہم پیدا کر رہے ہیں۔ اور بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارا کمرشل consumption وہ 0.0% ہے۔ اور ہمارا domestic consumption وہ 0.03% ہے۔ اور ہم 808 اس حالت میں بھی پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارا حق بنتا ہے کہ ہمیں یہ دیا جائے۔ میری گزارش ہے کہ اسکو پاس کیا جائے۔ اور یہ لکھا جائے کہ ہمیں ہمارے کوٹے کے مطابق گیس دی جائے تاکہ ہماری گیس کا کوٹہ پورا ہو سکے۔

جناب چیئر مین: ok thank you. آپکی اچھی تجویز ہے۔ آپ نے figures جو پیش کیئے یہ بڑی helping ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر شمع اسحاق بولیں پھر بابت لالا آپکو دیتے ہیں۔ ایک تو آپ سنتے نہیں ہیں تو ہم کیا کریں۔ ڈاکٹر صاحب! آپ بیٹھ جائیں بابت لالا کو بولنے دیں کیونکہ وہ ہماری بات نہیں سن رہے ہیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ہمارے ضلع لورالائی کی approve پہلے ہوئی تھی via زیارت، سنجادی اور

لورالائی اسکے بعد قلعہ سیف اللہ، ژوب۔ ہم کہتے ہیں کہ گیس سب کا حق ہے۔ یہاں سے اگر گیس پنجاب کے ہر شہر میں۔ سٹوڈنٹ life میں جب ہم پنجاب جاتے تھے تو وہاں گیس دیکھ کے حیران ہوتے تھے کہ کیسے خود بخود آگ جلتی ہے۔ اسکے علاوہ ایک فوری نوعیت کا مسئلہ۔ چیئرمین صاحب! اسپیکر صاحب نے یہ رولنگ بھی دی تھی کہ اجلاس کے دوران تمام سیکرٹری صاحبان موجود ہوں۔ مگر آج پھر کچھ ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے نہیں ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا آئندہ اسمبلی کی کارروائی کو یہ لوگ سنجیدہ لیں۔ ابھی ہم گیس پر بات کر رہے ہیں انکا کوئی نمائندہ نہیں ہے۔ ہم جو کہہ رہے ہیں کہ مرکز میں جو ہماری سروسز ہیں واپڈا کا تو کوئی آدمی آتا نہیں ہے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ جس دن اسمبلی کی کارروائی ہو تمام محکموں کے سیکرٹری صاحبان ادھر حاضر ہوں۔ اگر کوئی کسی وجہ سے یا کہیں دورے پر گیا ہو تو اسکے ایڈیشنل سیکرٹری موجود ہو یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے نمائندے کو بھیج دیں۔ یہ تمام کارروائی، پھر ہم جا کر ان سے پوچھیں گے کہ ہم نے جو اسمبلی میں بولا ہے واقعی آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے یا نہیں؟ ایسے تو نہیں ہونا چاہیے کہ ہماری باتیں ہوتی رہیں اور ان پر عمل نہ ہو۔

جناب چیئرمین: بابت صاحب! اسمیں اگر تمام کو آپ حاضر نہیں کر سکتے لیکن یہ ضرور ہونا چاہیے کہ اسمبلی میں مسئلے سے متعلقہ محکمے کا نمائندہ ہو۔

جناب عبید اللہ جان بابت: آج میرے خیال میں Home کا نمائندہ نہیں ہے میں تو دیکھ رہا ہوں۔

جناب چیئرمین: آج کی گیس کی قرارداد اس سے related ہے۔

جناب عبید اللہ جان بابت: ہوم سیکرٹری ہے نہ ایڈیشنل سیکرٹری نہ دوسرے ہیں۔

جناب چیئرمین: عبدالکریم نوشیروانی صاحب! اسکے بعد آپ کو موقع دیں گے۔ آپ بات سنتے ہیں نہ بابت لالا۔ ہم حیران ہیں آپ دوسرے کو بھی بولنے دیں۔ بابت لالا! آپ بات ختم کر دیں۔ جی نوشیروانی صاحب پہلے آپ بولیں۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: ہمیں تو افسوس ہے کہ آپ کے صوبے کی جتنی قراردادیں یہاں سے چلی جاتی ہیں، وفاق میں ان پر implement نہیں ہوتا۔ پہلے تو یہ ہے کہ نیشنل اسمبلی میں آپ کے ایم این اے اور سینٹ میں آپ کے سینیٹرز جو بیٹھے ہوئے ہیں، انکا کیا function ہے۔ یہ تو صوبے کا subject نہیں ہے گیس، واپڈا، ریلوے، پی آئی اے اور ایف آئی اے یہ وفاقی محکمے ہیں ہمارے نمائندے وہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں 85ء سے آرہا ہوں واپڈا اور گیس کے خلاف اسی وقت سے قراردادیں چلی آرہی ہیں، آج تک ان پر implement نہیں ہوا ہے کیوں نہیں ہوا؟ صوبائی گورنمنٹ کو چاہیے کہ وہاں جا کر بیٹھ جائے۔ جتنی بھی

اجتماعی قراردادیں ہیں۔ بلوچستان میں اس وقت پوزیشن یہ ہے کہ گیس سوئی سے نکلتی ہے تو سوئی اور ڈیرہ بگٹی میں گیس نہیں ہے۔ نواب صاحب کے دور میں اسی پر تو جنگ تھی۔ نواب صاحب نے کہا کہ گیس اس صوبے سے نکلتی ہے تو سب سے پہلے اس صوبے کو دینی چاہیے تھی۔ تو جناب! آپ مہربانی کر کے مرکزی حکومت سے، مالک صاحب وہاں جا کر، ہماری جتنی قراردادیں یہاں سے پاس ہو کر جاتی ہیں ان پر implement ہونا ضروری ہے چاہے گیس کے حوالے سے ہو یا بجلی کے حوالے سے۔ ان پر اگر وہاں implement نہیں ہوتا پھر جناب! انکی کیا ضرورت ہے؟ انکی کوئی ضرورت نہیں نہ انکی کوئی اہمیت ہے۔ Thank you sir۔

جناب چیئرمین: راحیلہ درانی صاحبہ! ڈاکٹر شمع اسحاق بولیں گی۔ لانگو صاحب! آپ بول چکے ہیں فلور انکو دی ہے آپکو دے دوں گا۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! آپ House کو بہت اچھے طریقے سے چلا رہے ہیں اس پر بھی میں آپکو appreciate کروں گا کہ آپ بہت اچھے طریقے سے سب کو بولنے کا موقع دے رہے ہیں۔ ہماری جو کارروائی چل رہی ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! پوری دنیا میں جہاں کے resources ہوتے ہیں وہاں کے لوگوں کا اُن پر right ہوتا ہے، ساحل اور وسائل پر اختیارات۔ 1952ء میں ڈیرہ بگٹی سے گیس نکلی ہے تو وہاں کے لوگ اس سے مستفید نہیں ہو سکے۔ آج بھی وفاق بلوچستان کا 700 کھرب مقروض ہے۔ نواب اکبر خان بگٹی جو اس عمر میں انکی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اپنے rights کے لئے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جناب اسپیکر صاحب! یہ کہاں کا انصاف ہے؟ پورے بلوچستان میں آپ دیکھیں کہ پہلے بجلی کی لوڈ شیڈنگ ہوتی تھی اب گیس کی لوڈ شیڈنگ بھی ہوتی ہے۔ جب سردیاں عروج پر ہوں تو لوگ گیس سے مستفید نہیں ہوتے اور گھروں میں لکڑیاں جلا کر اپنے گھر کیلئے امور سرانجام دیتے ہیں۔ اکیسویں صدی میں دنیا گلوبل ویلج پر پہنچ چکی ہے لیکن آج ہم لکڑی اور لائٹن پر گزارہ کر رہے ہیں۔ جیسے منظور کا کڑ صاحب نے کہا کہ فائل اسلام آباد move ہوتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ 18 ویں ترمیم میں صوبے کے اختیارات صوبوں کو دیئے جائیں گے۔ تو ہم اپنے فائل اسلام آباد کیوں move کریں؟ ہمارے اختیارات ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔ چاہے گیس ہو پانی ہو بجلی ہو۔

جناب چیئرمین: نہیں آئین میں یہ فیڈرل سبجیکٹ ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: جناب! 18 ویں ترمیم میں صوبے کے اختیارات کی بات ہے۔

جناب چیئرمین: نہیں! اسمیں نہیں آتے آئین میں اسکا احاطہ نہیں ہے۔ آپ فیڈرل گورنمنٹ کا جیسے میں

نے کہا آئین میں یہ ہے کہ وہ اس علاقے کو ترجیح دیں اس علاقے کو پہلے گیس provide کریں جس علاقے سے گیس نکلتی ہے۔

ڈاکٹر شمع اسحاق بلوچ: ٹھیک ہے جناب۔ آخر میں، میں یہ کہو گی کہ یہ ایک ہی علاقے کا مسئلہ نہیں ہے۔ یہ بہت اچھی قرارداد ہے اسمیں پورے بلوچستان کے لئے گیس کی فراہمی کا لکھا جائے۔ بہت شکر یہ۔

جناب چیئرمین: ok۔ میڈم راحیلہ ڈرانی صاحبہ! مختصر کریں کیونکہ دوسرے اراکین بھی بولنا چاہتے ہیں اگر ایک رکن اتنا زیادہ بولے گا تو یہ اسمبلی پھر آپ رات تک چلائیں گے۔

محترمہ راحیلہ ڈرانی: جناب! میں ہمیشہ مختصر اور to the point بولتی ہوں۔

Mr . Chairman: Thank you for that .

محترمہ راحیلہ ڈرانی: میرا مقصد یہ ہے کہ اس مسئلے کو جو ہمارے اراکین نے کہا، تو مجھے ایسے نظر آ رہا ہے اور محرمین اپنی قرارداد کو اسی صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اور کچھ لوگ چاہتے ہیں کہ ان کے بھی نام اسمیں شامل ہو جائیں۔ تو میں ایک تجویز دینا چاہتی ہوں چونکہ محرمین کا اصرار ہے کہ یہ as it is ہو۔ تو میرے خیال میں یہ محرمین کا حق ہے کہ وہ اپنی قرارداد کو جس انداز میں پیش کرنا چاہیں۔ تو میرے خیال میں چار، پانچ لوگوں نے تو کھڑے ہو کر یہ کہہ دیا بلکہ محرمین کے علاوہ بھی۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں! اگر اراکان کی اکثریت اس کی حمایت کرے تو اس میں amendment ہو سکتی ہے لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کو اسی صورت میں پاس کیا جائے جس میں انہوں نے پیش کیا ہے۔

محترمہ راحیلہ ڈرانی: sir مجھے معلوم ہے۔ لیکن میں ایک تجویز دے رہی ہوں کہ 9 تاریخ کو بھی ہمارا سیشن ہے۔ تو ہمارے بہت سے ممبرز، شاید ان کے نام اسمیں skip ہو جائیں۔ بہت سے آج آئے نہیں ہیں۔ تو ایک اور قرارداد جس میں ہمارے بہت سے بھائیوں کی رائے ہے، تو وہ 9 تاریخ کو ہم پیش کر دیں۔ اور باقی محرمین جیسے چاہتے ہیں انکو پیش کرنے دیجئے۔ Thank you جی۔

جناب چیئرمین: جی رحمت صاحب۔

جناب رحمت علی صالح بلوچ: جہاں تک اس قرارداد کا تعلق ہے یہ بہت اہمیت کی حامل ہے۔ میں باقی اراکین سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک علاقے میں already گیس پہنچی ہوئی ہے درمیان کے علاقے جو کٹے ہیں اس قرارداد کو as it is پیش کر کے پاس کیا جائے۔ باقی صوبے کیلئے اگر اسمیں amendment کریں تو میرے خیال میں بہت لمبا ہو جائیگا اس پر implement کرنا بڑا مشکل ہوگا۔ فی الحال ان علاقوں کو ضرورت

ہے اور سرد علاقے بھی ہیں وہاں کے لوگ suffer کر رہے ہیں۔ یہاں سے آگے مستونگ اور قلات میں ہے درمیان میں ان دو تحصیل، کھڈ کوچہ اور منگچر میں نہیں ہے۔۔ تو میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ اس قرارداد کو اسی شکل میں پیش کیا جائے۔ باقی تمام صوبے کیلئے متفقہ اور مشترکہ طور پر ایک الگ قرارداد لائی جائے۔

جناب چیئرمین: خالد لانگو صاحب! صرف تجویز پیش کریں کیونکہ آپ اس پر پہلے بول چکے ہیں۔ میر خالد لانگو: جناب چیئرمین! میری بھی یہی تجویز ہے، اراکین سے میری گزارش ہے کہ اس قرارداد کو اسی شکل میں منظور کیا جائے۔ باقی پورے بلوچستان میں گیس کے حوالے سے جو دوسرے مسئلے ہیں اسکے لئے ہم ایک نئی قرارداد لائیں۔

جناب چیئرمین: جی ہینڈری صاحب۔ (مداخلت) بابت صاحب! آپ اس پر بول چکے ہیں از خود آپ اٹھ کر اس طرح بولنا شروع کر دیں گے تو اسمبلی کا ڈیکورم ہی نہیں رہ جاتا۔ فلور آپکو نہیں دی ہے آپ اس پر نہیں بول سکتے۔ مہربانی ہوگی آپ اسمبلی کے ڈیکورم کا خیال رکھیں تو ہم لوگ اسکو اچھی طرح چلا بھی سکیں گے اور ہماری باتوں کا اثر بھی ہوگا۔ ہینڈری صاحب! آپ بولیں۔

جناب ہینڈری مسیح بلوچ: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ جو قرارداد پیش کی گئی ہے یہ بہت اہم ہے۔ چونکہ مستونگ سے آگے کھڈ کوچہ ہے۔

جناب چیئرمین: مختصر آپ اپنی تجویز دے دیں۔ جناب ہینڈری مسیح بلوچ: کھڈ کوچہ سے آگے منگچر ہے۔ تو already وہاں سے گیس کی پائپ لائن گزر رہی ہے بیچ میں ان دو تحصیلوں کو گیس نہیں ملی ہے۔ تو میری یہ تجویز ہے کہ پہلے اس تحریک کے حوالے سے ان علاقوں کو گیس مل جائے اسکے بعد پورے بلوچستان میں جہاں گیس نہیں ہے اس کے لئے ایک نئی قرارداد لائی جائے۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین: ok۔ سردار صاحب! آپ بولیں لیکن مختصر تجویز تک رہیں۔ سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب! دو منٹ۔ مہربانی۔ گیس کے حوالے سے، حقیقت میں یہ ہمارے صوبے سے نکل رہی ہے جیسے آپ نے کہا کہ پاکستان کے آئین کے مطابق پہلے اُس ایریا کو گیس دی جائے جو اس سے نزدیک ہوگا۔ جناب والا! اچھی قرارداد ہے لیکن اسمیں ہم کچھ اضافہ کریں گے۔ بات یہ ہے کہ ایسی کلیاں ہیں جہاں گیس پہنچی ہوئی ہے گھر بھی نزدیک پڑ رہے ہیں لیکن کمپنی والے ان کو میٹر نہیں لگوا کے دے رہے ہیں۔ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر کے اُس کلی تک گیس پہنچائی گئی ہے۔ جناب والا! آپ یقین جانیں

میرے حلقہ پشین میں چٹ پر لوگوں سے بیس تیس ہزار روپے لے کر کے ان کو میٹر لگوا کے دے رہے ہیں۔ بات یہ ہے جناب والا! کہ اسکا بھی کچھ کرنا ہے۔ میں بادینی صاحب کی اس تجویز سے بالکل اتفاق کرتا ہوں۔ جیسے واپڈا والوں کو ہم نے بلا کے انکے ساتھ بات کی۔ انکے ساتھ بھی سارے ممبرز بیٹھ کر تفصیلی بات کریں کہ بھائی آپ ہمارے صوبے میں گیس کا کام کر رہے ہیں۔ کروڑوں، اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں اور پندرہ بیس سال سے ہماری اسمبلی کی قراردادیں یہاں سے منظور ہو کر آپ تک پہنچتی ہیں لیکن آپ ان پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ تو جناب والا! وہ اپنی مرضی سے بنا رہے ہیں۔ میری یہ تجویز ہے کہ آپ ان کو بلائیں اور یہ اسمبلی ممبران کے ساتھ بیٹھ کر پورے صوبے کا ان کے سامنے رکھیں اور ان پر کام ہو جائے۔ جناب والا! ابھی ایسی بہت سی کلیاں ہیں، میں لاگو صاحب اور دوسرے دوستوں کی اس بات۔۔۔۔۔

جناب چیئر مین: منظور کا کڑ صاحب! kindly! اسمبلی کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مشورہ کرنا ہے تو باہر جا کر کریں۔ سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: یہ کہہ رہے ہیں کہ کھڈ کوچہ اور منگچر سے پائپ لائن گزر رہی ہے انکو ملنی چاہیے۔ جب انکے قریب سے پائپ لائن گزر رہی ہے تو انکو اس میں آسانی ہوگی۔ اور ہمارے یہاں بھی ایسے علاقے ہیں جنکو پائپ لائن نزدیک پڑتی ہے انکو بھی اس میں شامل کیا جائے۔ لیکن ہماری ایک آواز مشترکہ متفقہ طور پر مرکز کو پہنچنی چاہیے کہ ہمارے صوبے کے ساتھ یہ زیادتیاں ہو رہی ہیں ہمیں گیس نہیں دی جا رہی ہے۔ لوگ تو ادھر کہہ رہے ہیں کہ ہم بلوچستان میں گیس دے رہے ہیں۔ لیکن کہاں ہے گیس؟ میرا مقصد یہ ہے کہ اس کو ایک مشترکہ قرارداد کی شکل میں پیش کیا جائے۔ اور مرکز کو بھی کہ ہمارے صوبے میں جہاں جہاں آپ دعوے کر رہے ہیں کہ ہم نے صوبے کے لئے اتنے ترقیاتی کے کام کیئے ہیں۔ ابھی تک ہماری کلیوں کو گیس اور بجلی نہیں ملی ہے۔ تو جناب والا! اتفاق میں برکت ہے میرا خیال سب اتفاق سے قرارداد لا کر کے مرکز کو بھیجیں۔ Thank you۔ جی۔

جناب چیئر مین: بہتر یہ ہوگا کہ اسکو separate بھیجا جائے۔ سردار صالح بھوتانی صاحب۔ سردار محمد صالح بھوتانی: جناب اسپیکر! گیس کا تو بہت ہی دیرینہ مسئلہ ہے اور بلوچستان اس مسئلے سے دوچار ہے۔ لیکن جو قرارداد پیش کی گئی ہے کہ مستونگ اور قلات کو گیس ملی ہوئی ہے درمیان میں کھڈ کوچہ اور منگچر کا علاقہ اس سے محروم ہے۔ میری یہ گزارش ہے کہ اس قرارداد کو اسی طرح منظور کیا جائے۔ اور تمام دوستوں سے گزارش ہوگی۔ اور باقی ہم سب مل کے بلوچستان کیلئے فیڈرل گورنمنٹ سے بات کریں تاکہ بلوچستان کیلئے زیادہ سے زیادہ گیس کے سلسلے میں بہتری لاسکیں۔ Thank you very much۔

جناب چیئرمین: Thank you میرے خیال میں ابھی اس پر رائے شماری ہونی چاہیے کیونکہ ترمیمات بہت آئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں، خود میری رائے یہ ہے کہ اس قرارداد کو اگر اسی shape میں منظور کیا جائے۔ ترمیمات جن ممبران صاحبان نے پیش کی ہیں وہ الگ قرارداد next day میں لے آئیں۔ تو کیا اس قرارداد کو منظور کیا جائے؟ جن ممبران صاحبان نے ترمیمات پیش کی ہیں وہ ان ترمیمات کو ایک الگ قرارداد کی شکل میں next day پر لائیں۔ تو اسکو ہم allow کر دیں گے انشاء اللہ۔ راحیلہ ڈرانی صاحبہ! اسمبلی کی کارروائی مکمل ہونے دیں پھر point of order پر بات کریں۔ نہیں نہیں، اس قرارداد پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ بابت صاحب! آپ پہلے بھی اسمبلی کے ممبر رہ چکے ہیں اگر نئے ہوتے تو میں آپ کو rules بتاتا۔ اسمبلی اگر ترتیب سے چلا لیں تو اس سے اسمبلی کا وقار بڑھے گا۔ مشترکہ قرارداد نمبر 8 منظور ہوئی۔

اب مورخہ 14 اکتوبر 2013ء کے اجلاس میں باضابطہ شدہ تحریک التوا نمبر 6 بابت تیل کی قیمتوں میں اضافے پر دو گھنٹے عام بحث ہوگی۔

جناب عبدالحمید خان اچکزئی: point of order جناب اسپیکر؟

جناب چیئرمین: جی۔

جناب عبدالحمید خان اچکزئی: جناب اسپیکر! CM صاحب بھی بیٹھے ہیں آپ کی اجازت سے یہاں ہمارے لئے دو مسئلے ہیں ایک شہر میں روز کا مسئلہ دوسرا پاسپورٹ کے حصول میں بڑی مشکل پیش آرہی ہے اور پاسپورٹ کرپشن کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ جس کے پاس National Identity Card ہو اُس کا حق بنتا ہے کہ وہ پاسپورٹ وصول کر لے۔ یہاں ان کے جو آفیسرز ہیں یہ فیڈرل گورنمنٹ کے through آتے ہیں پہلے بھی یہاں پاسپورٹ کے افسروں پر NAB کے cases چلے ہیں۔ انہوں نے آٹھ آٹھ، دس دس کروڑ روپے جمع کیئے تھے۔ اس میں کم سے کم عام لوگوں کے لئے جس کا اس صوبے سے تعلق ہے، آسانی ہو۔ پاسپورٹ پوری دُنیا میں تمام ممالک میں 72 گھنٹے میں ملتا ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارا پاسپورٹ آفس، ابھی ہمارے بھائی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں ہمارے افغان وطن کے افغان بھائی، ہزارہ برادری کے لوگ دو دو، تین تین مہینے کے بچے انکی گود میں، صبح آٹھ بجے سے شام سات بجے تک پاسپورٹ آفس میں یہ ڈرامہ چلتا ہے۔ جس کی فیس پانچ ہزار روپے ہے۔۔۔۔

جناب چیئرمین: چیف منسٹر صاحب سے request ہے کہ وہ اس کا نوٹس لیں۔

جناب عبدالحمید خان اچکزئی: جناب! ایک بات کی اگر آپ اجازت دیں۔ اس کی پانچ ہزار روپے فیس ہے

اور پاسپورٹ آفس میں دو دو، تین تین لاکھ روپے میں پاسپورٹ بیچے جا رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ پولیس کلیئرنس لاؤ۔ پھر وہاں پولیس کی دس ہزار روپے فیس ہوتی ہے۔ جناب اسپیکر! دوسرا مسئلہ یہ کہ ہمارے پاسپورٹ آفس میں کم سے کم دو ہزار پاسپورٹ کی capacity ہونی چاہیے۔ ہر صوبے میں یہ کام ہو رہا ہے ہمارے یہاں نہیں ہو رہا۔ ایک ہے کرپشن کی بات دوسری بات یہ ہے کہ جہاں پاسپورٹ آفس ہے وہاں shed ہے نہ پینے کا پانی نہ wash room شام سات بجے تک پورا دن لوگ بچے اور عورتیں دھوپ میں بیٹھی ہوتی ہیں۔ جناب اسپیکر! ایک اور مسئلہ جو۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں، آپ نے پیش کر دیا تحریک التوا پر بحث آئے گی۔ اسکے اوپر چیف منسٹر صاحب بولیں گے۔

جناب عبدالمجید خان اچکزئی: اسی کے ساتھ relevant نادرا کا مسئلہ بھی ہے۔ جناب اسپیکر! نادرا میں ایک بڑا سلسلہ چل رہا ہے اس پر ڈاکٹر صاحب سے بھی میری بات ہوئی تھی پھر بھی بات کریں گے۔ نادرا بھی کرپشن کا ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ لوگوں کے شناختی کارڈ بلاک ہیں اس میں نادرا کا پورا عملہ اوپر سے نیچے تک ملوث ہے۔ بلاک شناختی کارڈ جس پر انکو اعتراض ہوتا ہے فلانا فلانا ثبوت لے آؤ اس کے بعد پھر بیس، تیس ہزار کے عوض اسکو شناختی کارڈ دیا جاتا ہے۔ آپ ڈبل روڈ پر دیکھیں صبح سے شام تک لوگوں کی قطاریں لگی ہوتی ہیں۔ شناختی کارڈ کے دفتر میں اتنی بے عزتی کسی کی نہیں ہوتی جتنی ہماری ہو رہی ہے دوسری بات یہ ہے جناب اسپیکر! ایک اہم مسئلہ ہے ہمارے جتنے بھی حج آپریٹرز ہیں یہ ہمارے شناختی کارڈ کے ذریعے باہر کے لوگوں کو حج کے لئے بھیجتے ہیں۔ نام، ولدیت اور address میرا تصویر کسی اور کی جناب! نادرا میں بڑے پیمانے پر یہ تماشے ہو رہے ہیں۔ جتنے بھی حج آپریٹرز ہیں ان میں ہماری پارٹی کے ساتھی بھی شامل ہیں۔ نادرا حج آپریٹروں کو دو، تین لاکھ روپے میں شناختی کارڈ provide کرتی ہے۔ ایسے لوگ جو اس ملک کے شہری نہیں ہیں جو حج کے لئے جاتے ہیں وہ چھ سے دس لاکھ روپے تک جمع کرتے ہیں۔ دو لاکھ روپے شناختی کارڈ کے دو لاکھ روپے فلانی چیز کے دو لاکھ روپے فلانی چیز کے۔ ویسے حج کے لئے دو لاکھ ساٹھ ہزار روپے گورنمنٹ کے جمع ہوتے ہیں اور پرائیویٹ میرے خیال میں دو لاکھ دس ہزار۔ CM صاحب بیٹھے ہوئے ہیں کم سے کم نادرا اور پاسپورٹ آفس میں تو کرپشن نہیں ہونی چاہیے۔ thank you

جناب چیئرمین: CM صاحب اسکی وضاحت کریں۔ ابھی لیڈر آف دی ہاؤس، نوشیروانی صاحب! آپ اور بابت لالابات نہیں سنتے ہم اسمبلی کس طرح چلائیں floor چیف منسٹر صاحب کو دی ہے وہ کھڑے ہیں ایک

منٹ ان کو بولنے دو۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): اسپیکر صاحب! میں سمجھتا ہوں کچھ فیڈرل ادارے ہیں جنکا رویہ بلوچستان کے ساتھ بالکل ٹھیک نہیں ہے۔ اس سے پہلے بھی ہم نے پاسپورٹ آفس کی، میرے خیال میں دوستوں نے بھی شکایت کی تھی وہ میں نے convey کیا تھا۔ تو بہتر یہ ہے کہ آپ تمام پارٹیوں کی ایک پارلیمانی کمیٹی بنا کے، جوان کے افسرز ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں بلوچستان میں کچھ نہیں کہا جاتا، انکو بلائے۔ اسی طرح پچھلے دنوں آغا صاحب اور دوسرے جو کسٹم کلکٹر کے پاس گئے تھے۔ پھر ہم نے کسٹم کے جو high level کے لوگ تھے ان سے بات کی کہ بھئی ٹھیک ہے کہ آپ کا فیڈرل ادارہ ہے۔ لیکن آپ بلوچستان کے عوام کے مفاد کے تحت چلیں گے اگر آپ نے گڑ بڑ کی پھر ہم آپ کے ساتھ گڑ بڑ کریں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ پاسپورٹ آفس اور نادرا کا واقعی مسئلہ ہے۔ آپ ان تمام پارلیمانی گروپ سے ایک ایک آدمی بلا کر انکی جو grievances ہیں۔ اگر یہاں انہوں نے ہماری بات نہیں مانی تو پھر ہم P.M سے کہہ دیں گے کہ جی آپ انکو لگام دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: جناب! ہر علاقے کے ایم پی اے اور ایم این اے کو آپ نادرا میں involve کریں تاکہ جب ان کے شناختی کارڈ بنیں گے تو جعلی نہیں ہونگے آپ انکو اس طرح control کر سکتے ہیں ورنہ control نہیں ہو سکتے۔

جناب چیئرمین: نوشیروانی صاحب! ہمارا کام نہیں گورنمنٹ نے، جو اسکے لئے مختص ادارے ہیں، انکو ہم نے درست کرنا ہے۔ جہاں تک چیف منسٹر صاحب نے اسکی وضاحت کی۔ مطلب منتخب اسمبلی کو اگر آپ نادرا میں ملوث کریں گے تو انکی legislation ہے، انکی بزنس جو main ہے، وہ ان سے رہ جائیگی۔۔۔ (مداخلت) ڈاکٹر رقیہ صاحبہ! اگر آپ سب نے پوائنٹ آف آرڈر شروع کر دیئے۔ تو پوائنٹ آف آرڈر پہلے نہیں آئیگا پہلے تو آپکی اس تحریک التوا پر بحث ہے۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: جناب چیئرمین! میں یہ گزارش کرنا چاہ رہی ہوں کہ پوائنٹ آف آرڈر پر بہت سے ممبر بول چکے ہیں۔

جناب چیئرمین: مزید اجازت نہیں دے سکتے۔ ایک بار تحریک التوا پر ہمیں بولنے دیں۔ راحیلہ ڈرانی صاحبہ، نواب صاحب! معذرت کے ساتھ۔ اور ڈاکٹر صاحب نے فیڈرل اداروں کے متعلق کافی معقول تجویز دی۔

سیکرٹری اسمبلی! پارلیمانی لیڈرز کے ساتھ انکی میٹنگ arrange کروالیں۔ ان میں سوئی گیس، نادرا، اور پاسپورٹ والوں کو بلائیں۔ تاکہ انکے ساتھ ادھر اسمبلی میں date رکھ لیں انکو اطلاع دے دیں۔ ہاں پی آئی اے والوں کو بھی بلائیں۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: میرے خیال میں ایک دو بندے رہتے ہیں انکو بولنے دیں۔ اسکے بعد تیل کی قیمتوں پر بات کریں گے۔

جناب چیئر مین: نہیں نواب صاحب! آپکا احترام کرتے ہیں، آپ ہمیں پیشک بولیں لیکن یہ ہے کہ آپکی تحریک التوا پر بحث نہیں ہو سکے گی۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: میرے خیال میں ایک دو بندے رہتے ہیں انکو بولنے دیں۔

جناب چیئر مین: نہیں جو ہماری نہیں سنتے ان کو کیا کریں، ہاؤس سے تو میں انکو نہیں نکال سکتا۔

نواب محمد ایاز خان جوگیزئی: میرا جو پوائنٹ آف آرڈر ہے اس سے پہلے کہ تیل کی قیمتوں پر بحث شروع ہو۔

جناب چیئر مین! بلوچستان ہاؤس اسلام آباد میں ہمارے ممبران حضرات کے لئے ایک ہاؤس بنا ہوا ہے یہاں سے میٹنگز کیلئے جو MPs صاحبان یا منسٹرز جاتے ہیں۔ تو اُس ہاؤس میں ایک قبضہ مافیا بیٹھا ہوا ہے وہاں

کمرے قبضہ ہو چکے ہیں جتنے بھی suite ہیں 413, 414, 415, 418 ان کمروں کو مستقل تالے لگے ہوئے ہیں۔ اور جنہوں نے قبضہ کیا ہوا ہے چابیاں بھی اپنے ساتھ لے گئے ہیں یعنی ہمارے لئے بالکل گنجائش

نہیں ہے۔ میں بلوچستان ہاؤس میں بہت کم رہتا ہوں۔ لیکن اس دفعہ جب میں وہاں گیا تو میں نے کمپنڈر سے کہا کہ مجھے اس suite میں ایک کمرہ چاہیے تو انہوں نے کہا کہ یہاں سارے کمرے بک ہیں۔ جب رات کو

میں نے پوچھا تو ان میں رہنے والا کوئی نہیں تھا۔ اور دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس دن تک وہاں کوئی رہنے والا نہیں تھا لیکن وہاں رہنے والے چابیاں اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ دوسرے دن میں نے کمپنڈر کو بلا کر ان

سے کہا کہ کمرہ نمبر 416 خالی پڑا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں خالی ہے لیکن ہم آپکو اس لئے نہیں دے سکتے آپ ہمارے لئے قابل محترم ہیں اگر خدانخواستہ چیف جسٹس آیا تو پھر ہم آپ سے کمرہ کیسے خالی کرائیں گے؟ اب

ان کمروں پر، یعنی ہمارے لئے جو ہم sitting ایم پی ایز یا منسٹرز ہیں۔ زیارتوال بھی ہماری طرف سے جب جاتا ہے تو وہ عام کمروں میں رہتا ہے۔ لیکن ان کمروں پر، میں نام نہیں لینا چاہتا آپ اسکا پورا ریکارڈ منگوا لیں۔ پھر

میں نے کمپنڈر سے بات کی انہوں نے کہا کہ ہم چیف سیکرٹری اور سیکرٹری ایس ایبڈ جی اے ڈی کو letter لکھ چکے ہیں لیکن اس پر کوئی عمل نہیں ہوا۔ آپ مہربانی کریں اس ایوان کے توسط سے چیف منسٹر صاحب بھی بیٹھے

ہوئے ہیں وہاں سے باقاعدہ اس کا ریکارڈ منگوا یا جائے تاکہ اُس میں دیکھیں کہ کن کن کمروں پر کس کس نے قبضہ کیا ہوا ہے کیوں کیا ہے؟ جب ایک بندہ نکل جاتا ہے تو اُسکو فوراً کمرہ خالی کر دینا چاہیے۔ اگر قبضے کی بات ہے تو ٹھیک ہے ہم بھی جا کے اُن پر قبضہ کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ کی بات درست ہے۔ ہم خود 1999ء سے اسمبلی کے ممبر چلے آ رہے ہیں پہلے یہ قبضے نہیں ہوتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو بھی یاد ہوگا۔ as a Chief Minister ابھی اُسکو دیکھ لیں گے۔ واقعی یہ قبضے نہیں ہونے چاہئیں۔ کمروں پر جن کا حق ہے اُسکے مطابق ترتیب سب کیلئے ہونی چاہیے۔

قائد ایوان: میں نواب صاحب کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ حقیقت ہے جو کچھ بولا ہے۔ جو نبی کابینہ بن جائیگی وہ تمام چیزیں S&GAD کے حوالے سے ہم اسکو رپورٹ کریں گے۔ کیونکہ اُس میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو ہمارے حوالے سے نام لینا مناسب نہیں، آپ بھی جانتے ہیں نواب صاحب بھی جانتے ہیں۔ وہ ہمارے لئے اتنا قابل احترام ہیں کہ اُن سے ہم کہہ نہیں سکتے کہ جی آپ نکل جائیں۔ جو غریب غُرباء ہیں اُنکو تو ہم نکال سکتے ہیں۔ یا کوئی سرکاری افسر ہے یا مجھ جیسے کوئی ایم پی اے ہے۔ میں تفصیل آپ کو دے دوں گا اُس میں جو بھی فیصلہ ہوگا نواب صاحب اور ہم کر لیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ کی تجویز صحیح ہے کہ اسکو کابینہ میں لے آئیں، کابینہ سے منظور کروائیں۔ وہاں ساری کابینہ کی رائے اسمیں آجائے گی اس پر implement بھی ہوگا۔ Thank you۔۔۔ (مداخلت) میں سمجھتا ہوں پہلے اس تحریک التوا پر بحث شروع کرتے ہیں کیونکہ یہ ابھی ختم نہیں ہو رہا۔ تحریک التوا پر کون بولنا چاہئے؟ تیل کے متعلق تحریک التوا جو آج بحث کیلئے منظور ہوئی ہے اس پر جو معزز ممبران بولنا چاہیں گے وہ نام بتائیں۔

مسز شاہدہ رؤف: جناب اسپیکر صاحب! 5 تاریخ کے اجلاس میں جو تحریک التوا بحث کے لئے منظور کی گئی ہے سب سے پہلے تو میں سی ایم صاحب اور حکومتی پنچر پر بیٹھے ہوئے تمام اراکین کا شکریہ ادا کرنا چاہوں گی کیونکہ سب نے مشترکہ طور پر اسکو منظور کیا تھا۔ جو اس بات کی عکاسی ہے کہ یہ کسی ایک پارٹی کا نہیں بلکہ پورے صوبے کا مسئلہ ہے۔ تقریر سے پہلے میں ایک چیز اسمیں add کر دوں جس طرح نواب ایاز جوگیزئی صاحب نے کہا۔ میں پچھلے دس سال سے ایم پی اے ہوں اور یہ ریکارڈ ہے میرا کہ میں نے جب بھی بلوچستان ہاؤس میں call کیا ہے مجھے وہاں سے انکار سننا پڑا ”کہ ہمارے پاس room خالی نہیں ہے“۔ تو بالکل یہ ایک المیہ ہے آپ نے تو suggestion یہ دی کہ اسکو کیبنٹ میں پیش کیا جائے۔ پہلے اسکو یہاں پارلیمنٹ میں لایا جائے کہ کون لوگ

ہیں جو وہاں قبضہ کیے بیٹھے ہیں؟

جناب چیئرمین: آپ بیشک قرارداد لے آئیں۔

مسز شاہدہ رؤف: پیٹرول کی قیمتوں میں اضافے کے متعلق تحریک التوا آئی ہے۔ اقوام متحدہ کا جو چارٹر ہے اسکی لائف سیکورٹی اور فوڈ سیکورٹی کے مطابق ”بھوک میں روٹی اور خوف میں امن انسان کا سب سے بنیادی حق ہے“۔ یہی چارٹر چودہ سو سال پہلے قرآن پاک نے بھی ہمیں دیا ہے کہ ”انسان اگر بھوکا ہے تو سب سے پہلے اسکو روٹی فراہم کی جائے جو اسکا بنیادی حق ہے۔ اور جب حکومتیں بنیادی حقوق کی فراہمی میں fail ہو جائیں تو انسان پھر جانور کی حد تک نیچے گر جاتا ہے“۔ آج کل جو امن وامان کی صورتحال ہے، law and order کی خرابی ہے اور اسکے بعد یہاں تک حکومتوں کا۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: میڈم! جو تحریک التوا آئی ہے اسی تک اگر آپ محدود رکھیں، اس وقت law and order پر بحث نہیں ہو رہی kindly اگر subject تک رہیں گے تو اسمبلی ہم نمٹا سکیں گے۔ اگر subject سے ہٹ جائینگے تو پھر۔۔۔۔۔

مسز شاہدہ رؤف: میں اُسی پر آ رہی ہوں، بنیادی حقوق پر بات کر رہی ہوں۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں، اتنا نہیں گھمائیں direct اُسی پر آ جائیں کیونکہ اس طرح کرنے سے ہاؤس کو موقع نہیں ملے گا پہلے سے ممبران صاحبان گلہ کر رہے ہیں کہ انکو بات کرنے کا موقع نہیں مل رہا۔ لیکن مختصر اور جامع بات کریں۔

مسز شاہدہ رؤف: بالکل ٹھیک ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ امن کو تو ہم لوگ ترس ہی رہے تھے ابھی موجودہ حکومت۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: آپ پھر subject سے divert ہو رہی ہیں یا آپکو بات سمجھ نہیں آ رہی ہے یا قصداً اُسکو divert کرنا چاہتی ہیں۔

مسز شاہدہ رؤف: سب سے پہلے تو میں یہ کہنا چاہو گی، میں بالکل ٹائم نہیں لوگی۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں، اگر آپ divert ہونگے پھر میں آپکا مائیک بند کر دوں گا۔ میں نے اس پر رولنگ دی ہے آپ اس سے divert نہ ہوں۔

مسز شاہدہ رؤف: اسپیکر صاحب! اگر آپ بولنے نہیں دیتے۔۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین: نہیں نہیں بالکل بولنے نہیں دوں گا تحریک التوا کے علاوہ آپ ہر چیز پر نہیں بول سکتی۔

مسز شاہدہ رؤف: میں نے کہا کہ میں suggestions پر آ رہی ہوں۔
 جناب چیئر مین: نہیں، suggestions کو چھوڑ دیں تحریک التوا پر آ جائیں۔
 مسز شاہدہ رؤف: اس تحریک التوا کے حوالے سے suggestions ہیں کہ ہم اس کی قیمتوں کو کیسے کم کریں۔

جناب چیئر مین: نہیں آپ ٹائم ضائع کر رہی ہیں۔ بس آپ بیٹھ جائیں thank you اور کوئی معزز ممبر بولنا چاہے گا۔ نہیں نہیں آپ بیٹھ جائیں یہ اسمبلی چلانے کا طریقہ نہیں ہے۔ اگر آپ تحریک التوا پر نہیں بولتی تو آپکو مجبور نہیں کر سکتا۔ کوئی دوسرا معزز ممبر بولنا چاہیں۔ ولیم جان برکت صاحب! جی بالکل آپکو اجازت ہے۔
 جناب ولیم جان برکت: جناب اسپیکر! جو تحریک التوا پیٹروں کی قیمتوں کے سلسلے میں آئی ہے، اسکے لئے آج کا دن رکھا گیا ہے۔ میں صرف اس پر ایک انسانی نقطہ نظر سے بات کرونگا۔ کچھ دن پہلے جناب! آپ نے بھی ٹی وی پر دیکھا ہوگا کہ ایک بچی التجاء کر رہی ہے کہ ”انکل ڈار ہمارے چاکلیٹ کی قیمت میں اضافہ نہیں کرو“۔ تو ہر خاندان، ہر ماں باپ جن کی اولاد ہے انکی کوشش ہوتی ہے کہ اپنے بچے کو وہ چیز دیں جو بچہ مانگتا ہے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس بچی کی اپیل ہر ایک کے دل کو لگی ہے۔ اور پیٹروں کی قیمتیں کم کرنا کوئی نئی بات نہیں ہے اس کی قیمتیں پچھلے ادوار میں بھی بڑھائی گئی تھیں پھر عوام کے کہنے انکی خواہشات اور انکی مشکلات پر وہ قیمتیں واپس لی گئی تھیں۔ میں بھی اس ایوان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس تحریک التوا کو باقاعدہ منظور کرے۔
 جناب چیئر مین: آپ جا کر میڈم کو بلا لیں وہ چلی گئیں۔

جناب ولیم جان برکت: اور فیڈرل حکومت سے یہ گزارش کی جائے کہ وہ ان قیمتوں کو واپس لینے کا باقاعدہ طور پر اعلان کرے۔

جناب چیئر مین: میری بات اگر ممبران سن لیں۔ اسپیکر ایک رولنگ دیتا ہے، ایک بات کرتا ہے اور ممبر اسے بالکل سنتا بھی نہیں ہے تو یہ اُس ممبر کی غلطی ہے۔ ممبر کا یہ ہے کہ directly جس subject پر وہ allowed ہے تو اس پر وہ بات کر لے۔ اگر آپ اس کو اتنا لمبا گھما بیٹنگے تو اسمبلی کی کوئی اہمیت ہے پھر اسپیکر رولنگ دے رہے ہیں اسکے باوجود وہ واک آؤٹ کر کے چلی جاتی ہیں۔ میں نے تو ان کو تجویز دی تھی کہ آپ اپنے subject پر رہیں کوئی غلط بات تو میں نے نہیں کی۔ جس subject پر آپ نے تحریک التوا جمع کی ہے اسی پر بولیں، یہی کہا تھا۔ اب اگر کوئی دوسرا، جی ڈاکٹر قیہ صاحبہ۔

ڈاکٹر قیہ سعید ہاشمی: جناب اسپیکر! تحریک التوا نمبر 6 پر بحث ہو رہی ہے اس پر بات کرنے کا موقع مجھے ملا

ہے اس چیز کا سب کو علم ہے کہ تیل کی قیمتوں میں تقریباً 95% اضافہ ہوا ہے اس سے عام لوگوں کی زندگی پر کتنا منفی اثر پڑے گا ٹرانسپورٹ کے کرایے بڑھنے سے اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہوگا۔ اگرچہ دیکھا جائے گزشتہ دنوں ہمارے ہمسایہ ملک بھارت میں تیل کی قیمتوں کو کم کر دیا گیا تھا یہ کچھ چیزیں ہیں جو میں اسمبلی فلور پر آپ کو بتانا چاہوں گی۔ تیل کی قیمتوں میں کمی لانے کیلئے ضروری ہے کہ وفاقی حکومت روپے اور ڈالر میں، ڈالر اور روپے میں اور روپے نیچے آ رہا ہے اگر ڈالر اور روپے میں جوڑ برابر ہو جائے تو ممکن ہے کہ قیمتوں پر بہت اثر پڑے گا۔ اسی طرح جناب چیئر مین صاحب! سپریم کورٹ آف پاکستان کے حکم پر جسٹس ریٹائرڈ بھگوان داس کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اور مذکورہ کمیٹی نے تیل کی قیمتوں کا تعین کیا اور انکی نشاندہی کی۔ لہذا یہ ایوان وفاقی حکومت سے گزارش کرتا ہے کہ تیل کی قیمتوں کی جسٹس بھگوان داس نے جو نشاندہی کی تھی اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

جناب چیئر مین: جی بادی نبی صاحب۔

حاجی غلام دستگیر بادی نبی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر صاحب! تیل کے بارے میں چونکہ ہمارا علاقہ خاص کر ہمارا بلوچستان، ایران ہمارے ساتھ بارڈر ایریا ہے جیسے افغانستان ہے۔ ہمارے بارڈر ایریا کے ہوتے ہوئے ہمارے ایریا میں تیل نہیں آ رہا ہے میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب نے بھی اس پوائنٹ پر بات کی۔ چند دن پہلے کسٹم کلکٹر وہاں آئے تھے، شہر میں میرے خیال میں کوئی چار پانچ پیٹرول پمپ ہیں جن پر انہوں نے چھاپہ مارا اور ان کو seal کر دیا۔ جب ہم سیکرٹریٹ آ رہے تھے کوئی راستہ نہیں تھا کہ ہم enter ہو جاتے رکشے گاڑیاں اور ویگن والے سب احتجاجاً گاڑیاں کھڑی کر کے strike پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں، سردار رضا محمد صاحب، آغا لیاقت صاحب اور جان بلیدی صاحب، ہم آئے ان سے بات کی کہ کسٹم کا کام بارڈر ایریا تک ہے لہذا جو ٹینکرز وغیرہ جاتے ہیں، ہم نہیں کہتے ہیں کہ صبح شام پچاس ہزار گاڑیاں آتی رہیں یا تیل آتا رہے جو آپ کی limitations جو آپ کا اختیار بنتا ہے آپ اس حدود کے اندر رہتے ہوئے۔ جناب اسپیکر صاحب! پورا ٹینشن تھا میرے خیال میں مریض ہسپتال کو نہیں پہنچ سکے بچے سکولوں اور کالجوں کو نہیں پہنچ سکے یا کسی کو کہیں جانا تھا وہ نہیں پہنچ سکے۔ چار پانچ پمپ seal ہونے کی وجہ سے ایسوسی ایشن نے باقی تمام پمپ احتجاجاً بند کر دیے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے لیڈر آف دی ہاؤس ڈاکٹر صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے ساتھ بارڈر ایریا میں ہیں۔ چند سال پہلے شیل، ٹوٹل اور پی ایس او کی گاڑیاں کوئٹہ کے پیٹرول پمپ یا plus صوبے کو پاکستانی تیل کی سپلائی کرتی تھیں۔ اب چونکہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ اتنا بگڑا ہوا ہے لامحالہ

ہمارے دوسرے صوبے پنجاب سے یا سندھ سے انکی گاڑیاں نہیں آرہی ہیں۔ اسمیں ہمارے علاقے کے لوگوں کی کسی نے پی ایس او کے ساتھ بیس ٹینکرز کسی نے شیل کے ساتھ دس ٹینکرز کسی نے ٹوٹل کے ساتھ، مختلف کمپنیز کے ساتھ لوگوں نے اپنی گاڑیاں لگائی ہیں۔ جو ٹینکرز ہمارے چل رہے ہیں اب ہمارا کسٹم اتنا alert ہو چکا ہے کہ وہ ان گاڑیوں کو دیکھتے ہی فوراً چھاپہ مارتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بزنس کا کوئی امپورٹ ایکسپورٹ کا بارڈر ایریا ہمارے ساتھ ہوتے ہوئے ہمارے کونٹے میں تیل کی قلت پٹرول دوسوروپے فی لیٹر تک پہنچ چکا تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ کوئی ایسی قانونی جیسا ہمارا ویش ہے تفتان بارڈر ہے منجگور ہے۔ ان بارڈرز کے ہوتے ہوئے تیل نہیں آرہا ہے کہ جی یہ تو سمگلنگ ہے۔ اگر کوئی بزنس کرتا ہے وہ تو اس کو سمگلنگ نہیں کہتا وہ یہ کہتا ہے کہ یہ میرے بچوں کی روزی روٹی ہے میرا سب کچھ یہی ہے۔۔۔۔۔

جناب چیئر مین: لیکن قانون کے مطابق تو سمگلنگ ہوتی ہے۔ جس اسمبلی میں ہم بیٹھے ہوئے ہیں وہ قانون سکھاتی ہے۔

حاجی غلام دستگیر بادینی: میں مانتا ہوں جناب چیئر مین صاحب! ڈاکٹر صاحب لیڈر آف دی ہاؤس بیٹھے ہوئے ہیں ایران کے ساتھ ہماری میننگ ہو تیل وہاں سے نہیں آرہا ہے، ابھی لائن اینڈ آرڈر کا مسئلہ۔ ٹھیک ہے ہم اپنے ایریاز کا کہتے ہیں لیکن باہر کے لوگ نہیں آرہے ہیں۔ جناب چیئر مین! اسمیں بجائے ٹینشن ہو جیسے اس دن شہروں میں چھاپے پڑ گئے تھے ٹھیک ہے بارڈر ایریا تو seal ہے بارڈر ایریا سے نہیں چھوڑا جائے چاہے ہماری ایف سی ہے کسٹم ہے پولیس ہے لیویز ہے جو ہماری فورسز ہیں۔ لیکن شہر کے اندر چھاپے میرے خیال میں یہ ٹوٹل کمپنی والوں کا کام ہے وہ دیکھیں کہ کونٹہ شہر کو ٹوٹل، پی ایس او یا شیل والے دے رہے ہیں آیا یہ ایرانی دے رہے ہیں یا پاکستانی؟ میرے خیال میں یہ کام کمپنی والوں کا ہے جب وہ این اوسی دیتے ہیں وہ اسے کینسل بھی کر سکتے ہیں۔ اگر کسٹم والے چھاپہ ماریں اور اسمیں ٹینشن آجائے میرے خیال میں ساری گاڑیاں رُک جائیں گی۔ تو چیف منسٹر صاحب صوبے کے معاملات چلائیں یا پمپ کھولنے کے لئے ہم لوگ بیٹھے میٹنگیں کرتے رہیں۔ تو جناب چیئر مین! میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کوئی ایسا راستہ نکالا جائے جیسے ہم دور دراز ایریا سے آتے ہیں تو اسکو قانونی شکل دی جائے۔ ٹھیک ہے آپ نے اسمگلنگ کی بات کی اس کو قانونی شکل بھی دی جاسکتی ہے۔

جناب چیئر مین: قانونی شکل دینے کیلئے اس پرنیکس رکھنا پڑتا ہے کیا لوگ ادا کریں گے؟

حاجی غلام دستگیر بادینی: وہ ڈاکٹر صاحب نے ہی کرنا ہے، ہم نے suggestion دی ہے۔

جناب چیئر مین: عبداللہ بابت صاحب۔

جناب عبید اللہ جان بابت: یہ عوام پر بڑا بوجھ ہے ڈیزل اور پیٹرول اتنا مہنگا ہو گیا ہے کہ یہ صرف ٹرانسپورٹ پر نہیں ٹرانسپورٹ تو اپنا کرایہ بڑھا دیتے ہیں سب سے زیادہ بوجھ تو غریب عوام پر پڑتا ہے۔ جیسے دستگیر بادینی صاحب نے کہا۔ میں اصل پوائنٹ کی طرف آتا ہوں مہنگائی کا ہم لوگوں سے تو کوئی نہیں پوچھتا۔ ڈاکٹر صاحب تو ہمارے صوبے کے وزیر اعلیٰ ہیں۔ وفاق جو بڑھاتا ہے خود بڑھائے نہ ہمیں کوئی اس ملک کا شہری سمجھتا ہے۔ ابھی ملک میں تبدیلی آرہی ہے جنرل جا رہا ہے فلانا آرہا ہے۔ ہم لوگوں کو اس سے کیا کہہ سکتے ہیں؟ آئیگا ہماری شہزادی کا واللہ کے جنرل آئے نہ ہم لوگوں نے مبارکی لے لی یہ تو خاص طبیعت کے لوگ ہیں۔ جیسے افلاطون نے اپنا ایک نظریہ بنایا تھا کہ کم لوگوں کو جو اچھے لوگ ہیں، اچھے خاندان والے ہیں انکو پڑھاتے تھے۔ ہم لوگوں کا نہ تو اس ملک میں کوئی ایسا حصہ ہے نہ کچھ ہے آج سارا دن اسی پر باتیں ہوتی رہیں کہ بھئی ہماری جو ملازمتیں ہیں وہ بھی مرکز لے جاتا ہے۔ ہم لوگوں کو معلوم نہیں ادھر اسلام آباد کا آدمی کہ جی میں لورالائی کا ہوں، میں موسیٰ خیل کا ہوں میں پنجگور کا ہوں۔ ہم لوگ حیران ہو جاتے ہیں بھئی تم کدھر سے آیا ہے تمہارا گھر کدھر ہے اسکو یہ بھی نہیں معلوم کہ میں کس ڈسٹرکٹ کا ہوں اور اس کا جغرافیہ بھی اسکو معلوم نہیں ہے۔ سب سے پڑھے لکھے اس ملک میں ہم لوگ ہیں کم از کم ہمیں اس ملک کا جغرافیہ تو معلوم ہے۔ میں بادینی صاحب کی بات سے تھوڑا اختلاف کرتا ہوں وہ چلے گئے اصل میں مہنگائی ہم سب کا مسئلہ ہے۔ یہاں پمپ والوں نے اپنی اجارہ داری بنائی ہوئی ہے۔ خدا را! ایک تو ہم گاڑی نہیں خرید سکتے اگر کوئی خرید بھی لے پھر اس میں وہ گریس والا ڈیزل ڈالتا ہے۔ بات یہ ہے بادینی صاحب اور لیاقت آغا کو پتا نہیں پمپ ہیں یا نہیں، ہم لوگ تو پمپ والے نہیں ہیں نا۔ یہ تو کسٹم والوں کو پتا نہیں چار پانچ پیپوں کو چیک کیا ہے۔ ان میں اتنا غلط ڈیزل ہے کہ اس سے آپکی گاڑی کی رنگ، پمپ اور انجن سب بیٹھ جاتے ہیں۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پیپوں میں بھی ایرانی ڈیزل ہے۔ میں تو کہتا ہوں مڑا! جناح روڈ پر دکانیں کھول کر ڈیزل عام بیچو۔ یہ کیسا قانون ہے یہ ہم لوگوں کیلئے ہے کہ آپ یہ ڈیزل نہیں ڈالیں بھئی ہم نے گاڑی چلانی ہے ہم نے بچوں کو اسکول پہنچانا ہے ابھی جو آپ یہ ایرانی ڈیزل کو ویسے پیپوں میں ڈال رہے ہیں تو اس کی بجائے عام پبلک دکانوں پر بیچیں۔ ہمارا تو غریب صوبہ ہے پھر ہمارے ساتھ بارڈرز ہیں اور وہاں سے ہمیں یہ ڈیزل سستا ملتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ایک تو پیپوں کو ہماری حکومت یا مرکزی جو کسٹم والے ہیں یہ باقاعدہ چیک کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کسٹم والے پھر ان سے پیسے لینا شروع کریں اور ان کی بادشاہی ہو۔ جیسے نیب، آپکو معلوم ہے انہوں نے ادھر ہماری اسمبلی پر بھی قبضہ کیا تھا۔ نام تو نیب ہے Public Accountability، یہ صوبے میں غریب افسران اور غریب لوگوں کو پکڑتے ہیں۔ کسی نے کچھ کمیشن کھایا تھا

آئیں آدھانیب کا تھا۔ بھئی! نیب اور کسٹم والے باچا ہیں انکے گھر دیکھو۔ چیئر مین صاحب! سب سے پہلے اس چیز پر احتساب ہونا چاہیے۔ انکا ماضی دیکھنا چاہیے کہ ان باپ دادا کے کتنے بنگلے تھے آج جو انہوں نے ادھر کروڑوں، اربوں روپے کے بنگلے لیے ہیں۔ یہی مہنگائی ہے صاحب! اسی نے تو ہم کو تباہ کیا ہے۔ جو مرکز میں بیٹے ہوئے ہیں انکو کیا معلوم ہے اسحاق ڈار کو کیا معلوم ہے کہ غریب کیا کھاتا ہے کیا پیتا ہے انکے بچے کس طرح کے گھروں میں رہتے ہیں۔ ادھر سے پیٹرول مہنگا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا بہتر حل یہ ہے کہ فی الحال ہمیں ڈرموں میں ایرانی ڈیزل open ملنا چاہیے۔ ڈرم میں اگر گریس ملائیں پھر بھی آدمی دیکھ سکتا ہے لیکن پمپ کی ٹینکیوں کو ہم چیک نہیں کر سکتے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ جس وقت تک اس ملک میں یہ حالات ہیں، جب تک کرپشن کرنے والے سدھ نہیں جاتے اُس وقت تک ہمیں ایرانی ڈیزل عام مہیا ہووہ بھی ڈرموں کے ذریعے پمپ کے ذریعے نہیں یہ میری گزارش ہے۔

جناب چیئر مین: ڈاکٹر صاحب!۔۔۔ (مداخلت) نہیں نہیں آپ بول چکے ہیں، sir آپ بول چکے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو فلور دیں اسکے بعد آپکو دینگے۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب اسپیکر! آپکی بڑی مہربانی۔ یہ اہم قرارداد ہے وقت کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم to the point بات کریں گے۔ جو مہنگائی ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ جب کسی چیز کی قیمت ہمیں بتائی جاتی ہے تو ہمیں اپنی عمر کا احساس ہو جاتا ہے۔ جناب والا! جو چیز دو آنے کی آتی تھی وہ پانچ روپے سے بڑھ گئی ہے جو پانچ روپے کی ہوتی تھی وہ پانچ سو سے بھی بڑھ گئی ہے۔ تو آئیں کوئی دورائے نہیں جہاں تک پیٹرول اور ڈیزل کا تعلق ہے مجھے اس کہنے میں کوئی قباحت نہیں کہ کوئی بھی شریف آدمی اسکو afford نہیں کر سکتا۔ جہاں تک جس کی رسائی ہوگی وہ کرپشن کے ذریعے ادھار کے ذریعے پتا نہیں کس کس ذریعے سے وہ اپنی ضروریات پوری کریگا۔ ہم مرکزی حکومت سے یہ استدعا کرتے ہیں کہ جو اس نے فیصلہ کیا ہے، جس طرح بجلی کی قیمتیں اس نے واپس لے لی اسی طرح تیل کی قیمتوں کو بھی واپس لے لے unanimous ہمارا یہ message جانا چاہیے۔ جو بات بابت صاحب نے کی اسکو میں کچھ پالش کر کے آپکے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ہم نے اسمبلی کے پہلے یا دوسرے سیشن میں، ڈاکٹر صاحب کی توجہ چاہیے، یہ request کی تھی کہ تمام بارڈرز پر uniformity ہونی چاہیے۔ تھریواواگہ بارڈر کا چمن اور تفتان کے بارڈر میں بہت فرق ہے۔ جناب والا! اُن بارڈر پر کوئی مائی کالال کسی کو نہیں روک سکتا نہ وہاں کسی ٹرک، بس یا ٹرین کی تلاشی ہوتی ہے نہ کوئی کسی کی پگڑی اچھا ل سکتا ہے۔ تو یہ ہمارے ہاں کیوں آسان ہے؟ نفرتیں جو پیدا ہوتی ہیں جو یہاں اپنے آپکو

دوسرے شہروں سے کم سمجھنے لگے ہیں۔ تو وہ جس نے دہشتگردی اور تشدد کو اختیار کیا ہے یہ تمام محرکات اس میں ہیں۔ جو ہماری پارلیمانی کمیٹی تھی اُس نے یہ recommendations دیں کہ کوئی چیز بھی نہیں ہونی چاہیے pickets، ہتلاشی اور پرمٹ۔ فیصلے بارڈر پر ہوں بیشک جو بھی آنا چاہے۔ اور مشاہد حسین سید نے خود مجھ سے کہا کہ ہمارے واہگہ بارڈر پر سوائے drugs اور اسلحے کے انہیں ہم اسمگلنگ سمجھتے ہیں، باقی سب کاروبار ہیں۔ تو بھی اگر وہ پاکستان ہے تو یہ بھی پاکستان ہے ہم پر بھی یہی چیزیں apply کی جائیں۔ border to border کاروبار تمام دنیا میں ہوتا ہے۔ یہ discrimination جب ختم ہو جائے۔ ابھی بھی جو زندگی کی commodities ہیں وہ ایران ہمارے دو ڈویژنز کو supply کرتا ہے۔ اگر تیل کا ہمارے ساتھ یہی کاروبار خوش اسلوبی سے ہو۔ جو لینا دینا ہوتا ہے تمام چیزوں کیلئے سوائے drugs اور اسلحے کے باقی سب کاروبار ہیں۔

جناب چیئرمین: واہگہ بارڈر کی آپ کی بات صحیح ہے میں نے دیکھا ہے اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ، کدھری کوئی چیک نہیں کرتا صرف بارڈر پر ہوتا ہے۔ بارڈر کی details تو مجھے پتا نہیں ہے وہ آپ بتا رہے تھے۔ لیکن ادھر جو چین لگی ہوئی ہیں یہ واقعی عوام کیلئے تکلیف کا باعث ہیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: جناب والا! ہم شکر نہیں ہیں، میں خود ذاتی طور پر سیاسی کارکن اور ڈاکٹر ہوں۔ لیکن بارڈر پر آئی بی، ایف آئی اے اور کسٹم والے موجود ہیں وہاں بالکل، ملک میں جو رواجاً ٹیکس دیا جاتا ہے وہ بیشک وہاں لے لیں۔ ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ یورپ کی طرح ہم افغانستان سے چل کے ہندوستان اور برما تک بغیر پاسپورٹ کے جائیں اُس اسٹیج تک ہم نہیں پہنچے ہیں لیکن یہ ہمارے بلوچ اور پشتون کا روزگار ہے۔ ان دو بارڈرز پر کوئی روزگار نہیں ہے نہ آپکو کوئی پلازہ نظر آئیگا نہ کوئی کاروبار نہ کوئی زمینداری نہ کوئی کارخانہ۔ تو یہی انکا کاروبار ہے انکو حضرت لوگوں نے اسمگلنگ کا نام دیا ہے یہ قطعاً اسمگلنگ نہیں ہے یہ ہمارا کاروبار ہے ہم اسکو کرتے رہینگے اگر میں آپکو statistics دوں۔ اگر ان بھیڑیوں کو ہم پر چھوڑ دیا جائے۔ دس بوری آٹے پر بھی لوگ قتل ہوئے ہیں۔ خدا کی قسم ایک بوری آٹے پر ایف سی والوں نے قتل کیا ہے دس تھان کپڑے پر بھی کیا ہے ایک فوربائی فورٹائر پر بھی کیا ہے۔ تو یہ وہ چیزیں ہیں اگر پاکستان کو چلانا ہے تو بارڈرز پر uniformity لانی چاہیے۔ جو ان بارڈر پر نہیں ہے ہمارے بارڈر پر ہے۔ تو ڈیزل، پیٹرول فلانی فلانی چیز اگر ایران سے اس طریقے سے آسکتی ہے اسمگلنگ کا نام اُسکو نہیں دیں اس میں عام شہریوں کو آسانی ہوگی کاروبار بڑھے گا یہی چیز ہمارے فروٹ پر جیسے لیاقت آغانے کہا یہاں سے جب ہم بھیجتے ہیں تو وہاں ان پر heavily tax لیتے ہیں تو

ظاہر ہے پھر ہم نہیں لے جاسکتے۔ اسی طرح ایران سے جو سبب اور ٹماٹر آتے ہیں، ان سے بھی بارڈر پر اگر heavily tax لیں پھر ہمارے سبب اور ٹماٹر بچ جائینگے۔ بڑی مہربانی۔

جناب چیئرمین: مہربانی، ویسے میری تمام معزز ممبران سے request ہے کہ out of subject نہیں بولیں پھر میڈم جو ناراض ہوئیں وہ درست ہے۔ subject تک بولیں جو بھی ممبر بولنا چاہتا ہے۔ جی میڈم! آپ بولیں۔

مسز شاہدہ رؤف: Thank you اسپیکر صاحب میں ڈائریکٹ suggestions پر آرہی تھی آپ کے cut off کرنے کے بعد، لیکن آپ نے اُسکی بھی مہلت نہیں دی۔ C.M صاحب بیٹھے ہیں۔ میں وقت کا لحاظ کرتے ہوئے صرف دو، چار باتیں کرنا چاہوگی۔ اچھا ہوا کہ حکومتی ارکان اس پر خود بولے۔ میری suggestion یہ ہے کہ ہم نے مہنگائی کو کیسے ختم کرنا ہے؟ سب سے پہلی بات میں یہ کہنا چاہوگی کہ اوگرا کی تشکیل نو کی جائے وہ ہر دوسرے دن تیل کی قیمتیں بڑھا کر عوام پر بوجھ ڈال رہی ہے۔ سب سے پہلے تو ہمیں اُس باڈی کا قبلہ درست کرنا پڑیگا۔ اوگرا کے اندر جن لوگوں کی representation ہے، for God sake ہم آپ اور چاروں صوبوں سے لوگ سب مل کے اُن کو pressurize کریں اور اس چیز کا تعین کریں کہ ہم نے کس طرح ان قیمتوں کا اتار چڑھاؤ کرنا ہے۔ اوگرا میں جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں جب اُن کا دل چاہتا ہے دو دن دس دن بعد آرام سے کسی چیز کی prices کو increase کر دیتے ہیں اسکا خمیازہ پھر حکومت کو بھگتنا پڑتا ہے۔ تو اس باڈی کو ریگولر کرنے کی سب سے پہلے کوشش کی جائے دوسری بات یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے اندر جتنا inflation rate بڑھا ہے، اُسکی ایک وجہ یہ ہے چاہے وہ آئی ایم ایف کو قرضے کی ادائیگی ہو یا جو بھی ہو اس میں جس تیزی کے ساتھ نوٹ چھاپے گئے ہیں وہ سب سے بڑا reason ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں اتنی رقم مارکیٹ میں نہیں آئی جتنے کہ آپ نے اس طرف کی ہے۔ اسی طرح چاہے آپ یہ کہہ لیں کہ ہم نے آئی ایم ایف کو قرضہ دینا تھا جو بھی کرنا تھا لیکن directly or indirectly اس سے غریب عوام پر اثر پڑا ہے۔ اور ہمارے اسٹیٹ بینک کے گورنر کی اپنی statement یہ ہے کہ یومیہ آکپے اڑھائی کروڑ ڈالر باہر جا رہے ہیں جس کی وجہ سے ملک میں مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ تو وہ چیزیں جو ہم پارلیمنٹ میں رہ کر کر سکتے ہیں، ہم دیکھتے ہیں ہر روز سپریم کورٹ کو سوموٹو ایکشن لینا پڑتا ہے۔ اس وقت وہ ٹائم آ گیا ہے کہ انتظامی جتنے بھی حالات ہیں معاملات ہیں انکو ہم اپنے کنٹرول میں لیں۔ سوموٹو ایکشن لینے کی ضرورت سپریم کورٹ کو کیوں پڑتی ہے؟ ہم پارلیمنٹ کے اندر بیٹھے ہوئے لوگ ان چیزوں کو کیوں

صحیح نہیں کر سکتے؟ یہ ضروری نہیں کہ آج حکومت بڑھاتی ہے تو سپریم کورٹ کے پاس صرف یہی کام ہے کہ اس نے اسکے اوپر سوموٹو ایکشن لینا ہے۔ میری suggestion یہ ہے کہ اس وقت تمام اختیارات ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔ ایک جو ہم بار بار ایک چیز کی گردان کرتے ہیں کہ پارلیمنٹ، جمہوریت کو مضبوط ہونا چاہیے تو اسکو strengthen کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ تمام چیزیں ہم اپنے اختیارات میں رکھیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وہ حکومت جب کا نعرہ تھا کہ ہم کشلول توڑ دیں گے۔ ٹوٹا ہوا کشلول تو کسی کو نظر نہیں آتا۔ اس قسم کے اگر اقدامات کیے گئے تو یہ جو لوگوں کا ووٹ لے کر آئے ہوئے ہیں، یقیناً جس طرح کا غم و غصہ آج کل لوگوں میں پایا جا رہا ہے وہ اسکو face بھی کریں گے۔ میں یہاں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ جب جنرل سیلز ٹیکس کو بڑھا کر آپ directly غریب عوام کو hit کر رہے ہیں۔ آپ اپنا ٹیکس نیٹ ورک بڑھائیں اور اگر کو جو ٹیکس دیتے ہی نہیں ہیں ان کو اسکے ٹیکس نیٹ ورک میں لے آئیں۔ غریبوں پر اگر جنرل سیلز ٹیکس کی مد میں آپ ٹیکس لگاتے رہیں گے وہ بیچارے تو پہلے سے ہی دو وقت کی روٹی کھانے کے قابل نہیں ہیں۔ تو اس ٹیکس کی ادائیگی میں آپ اپنے لیے کیا کر رہے ہیں۔ یقیناً آنے والے پانچ سال بعد وہ لوگ آپ کو مسترد کر دیں گے۔ اسکے علاوہ ہم بڑے وثوق سے کہتے ہیں کہ ہمارا agricultural country ہے اس ملک میں آپ کسانوں کو کیا benefit دے رہے ہیں؟ آپ اپنی وہ چیزیں جو ہم کبھی import کیا کرتے تھے، ہم انہیں کتنا پیسہ خرچ کر رہے ہیں۔ ایکسپورٹ کرنے کی ہم پوزیشن میں ہیں یا نہیں۔ ابھی تک agricultural country ہونے کے باوجود ہم لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے باہر سے چیزیں منگوا رہے ہیں۔ ایک اور بات جس کو میں یہاں ضرور mention کرنا چاہوں گی کہ کوئی بھی گورنمنٹ آتی ہے۔ یہ بات میری سمجھ میں آج تک نہیں آئی کہ جو قومی ادارے ہیں کوئی انکو privatize کرنیکی طرف چلا جاتا ہے۔ جو private ادارے ہیں تو انکو کوئی قومی بنانے کی طرف چل پڑتا ہے۔ تو یہ مجھے سراسر کرپشن لگتی ہے۔ ہم نے کبھی کوشش نہیں کی کہ ہم اپنے system کو ٹھیک کریں گے اور اسکے اندر جو ایک systematic way ہے اسکو ٹھیک کریں گے۔ آج آپ ایک قومی ادارے کو نیلام کر کے اسکے پیسے اپنی جیبوں میں ڈال لیں اسکے بعد دوسری حکومت آئیگی وہ private اداروں کو قومیت کے کھاتے میں ڈال دیگی اور وہ بھی کرپشن ہوگی۔ تو میں یہ کہنا چاہوں گی کہ ہم اس طرف مت جائیں ہم ان چیزوں کی طرف جائیں جہاں سے ہم لے سکتے ہیں اور ultimately عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہو رہی ہیں اور آپ بڑھا کر عوام کو کیا تاثر دے رہے ہیں۔ جیسے ہی عالمی منڈی میں قیمتیں کم ہوتی ہیں for God sake اُک relief عوام کو دیا جائے تاکہ انکو پتا چلے کہ آپ انکے ساتھ

جناب چیئرمین sincere ہیں۔

جناب چیئرمین: ok۔ جی قائد ایوان صاحب۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قائد ایوان): اسپیکر صاحب! ایک تو آپ ان مائیکوں کو چیک کروائیں ان میں کرنٹ ہے۔ دوسری بات یہ ہے مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم ایک دن غیر حاضر ہوں گے اپوزیشن ہم پر چیخے گی چلائے گی۔ لیکن ہم نے اپنے تمام دوستوں کو، یہاں ہم نے ایمر جنسی لگائی ہے کہ سب سے زیادہ اہم کام یہ ہے اور اپوزیشن کا یہ حال ہے۔

Mr. Chairman: definitely.

قائد ایوان: اور اپوزیشن کا یہ حال ہے۔ صبح سے میں دیکھ رہا ہوں یہاں جو ذمہ دار لوگ ہیں وہ بیٹھے نہیں ہیں۔ میں اپنا protest اپوزیشن کے سامنے رکھوں گا یہ انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے جب ہم نے اپنے دوستوں کو قائل کیا ہے تو انکو بھی یہاں موجود ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب نے صحیح بات کی۔ جی میڈم۔

محترمہ حُسن بانو خوشانی: جناب اسپیکر صاحب! آپ کا خود کورم پورا نہیں ہے آپ نشاندہی نہیں کر رہے ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے آپ کہہ رہے ہیں کہ ہم ذمہ دار نہیں ہیں۔ کیا ہم لیڈیز پارلیمنٹیرینز اس وقت ذمہ دار نہیں ہیں؟

جناب چیئرمین: نہیں نہیں آپ تو ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ بقایا اپوزیشن نہیں ہے۔ واقعی یہ بات غلط ہے جو بھی معزز ممبران، حکومتی ممبران سمیت اپوزیشن سب کا فرض بنتا ہے کہ وہ اسمبلی کو ترجیح دیں۔ اور اسمبلی کے اجلاس کو attend کریں۔ میڈم! بس please اسکو wind-up کرتے ہیں اس پر بحث ہوگئی ابھی بس کرتے ہیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز بدھ مورخہ 9 اکتوبر 2013ء بوقت سہ پہر 3 بجکر 30 منٹ تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس 2 بجکر 45 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

